بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد☆

خطبۂ حجۃ الوداع

عالمی انسانی منشور

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خطبۂ حجۃ الوداع کے سلسلے میں بعض مباحث اور مختلف زبانوں میں عموماً اور اردو زبان میں خصوصاً اس موضوع پر جو قابل ذکر کام ہوا، اس کے بارے میں اپنی معروضات ہم پہلے مرحلہ میں السیرہ عالمی کے شمارہ نمبر ۹ (بابت ربیع الاول ۱۴۲۴ھ/مئی ۲۰۰۳ء) میں ہدیۂ ناظرین کر چکے ہیں اور ایک مفصل تاریخی جائزے کے تحت اُس تحریری سرمائے کی کمیت و کیفیت اور مستعمل مصادر مآخذ کے صورت حال دیکھ چکے ہیں جو پچھلے سو سال سے زیادہ کے عرصے میں منصۂ شہود پر آیا، نیز ان نتائج تک رسائی حاصل کر چکے ہیں کہ:

۱۔ خطبۂ حجۃ الوداع کا مکمل و مطول متن حدیث و سنن، آثار و سیر اور تاریخ و ادب وغیرہ مہمات کتب میں کسی ایک جگہ دستیاب نہیں۔

۲۔ البتہ متن خطبہ کے مختلف حصے، ٹکڑے اور اقتباسات مع مکررات متفرق طور پر مطبوعہ پائے جاتے ہیں، لیکن اکثر و بیشتر پیشکش میں مصادر و حوالہ جات کا التزام روا نہیں رکھا گیا۔

۳۔ خطبۂ جلیلہ کی اہمیت و افادیت اور تاریخ مابعد پر اس کے اثرات سے بہت کم تعرض کیا گیا ہے

دوسرے مرحلے میں السیرہ عالمی کے شمارہ نمبر ۱۰ (بابت رمضان ۱۴۲۴ھ/ اکتوبر ۲۰۰۳ء) میں موقع و محل کی مناسبت سے صاحب التاج والمعراج کے سفر مقدس برائے حجۃ الوداع مدینہ منورہ تا مکہ مکرمہ کی تفصیل (ص ۸۹،۹۰) مع ضمیمہ خصوصی (ص ۱۱۰ تا ۱۱۴) پیش کی گئی، نیز عالمی پس منظر میں نقشۂ

☆ سابق رئیس کلیہ فنون و صدر شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی

عالم پر موجود نمائندہ ممالک کا تعارف اور خطبۂ مبارکہ کی اہمیت و معنویت اجاگر کرنے کے لئے اس کی نوعیت کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا یعنی الف: ابلاغ حق کا تحقق، ب: تعمیر حیات کا اجمالی خاکہ، ج: بنیادی حقوقِ انسانی و اسلامی کا تعین، د: انسانیت کے نام پیغمبر انسانیت کا آخری پیغام اور وصایا، پھر عہد حاضر کو آئینہ دکھانے کے لئے دنیا میں پائے جانے والے مشہور و معروف نوشتہ ہائے حقوق انسانی، ا۔میگنا کارٹا (۱۲۱۵ء) اعلان حقوق باشندگانِ فرانس (۱۷۸۹ء) نوشتہ حقوق امریکہ (۱۷۹۱ء) اور عالمی منشور حقوقِ انسانی اقوام متحدہ (۱۹۴۸ء) کے مندرجات و موضوعات کا تعارف بھی بطور ضمیمہ پیش کر دیا گیا۔

اب موجودہ اور آخری مرحلے میں حسب ضرورت (جس کی نشاندہی ابتدائی طور پر مجلّہ ہٰذا کے شمارہ (۹) میں ص ۱۱۹ تا ۱۳۰ میں کر دی گئی) انتہائی عاجزانہ کوشش یہ کی گئی ہے کہ پیغمبر اعظم و آخر کے خطبۂ حجۃ الوداع (ذی الحجہ ۱۰ھ/ مارچ ۶۳۲ء) کا متن مکمل و مطول طور پر یکجا ہو جائے، اس سلسلے میں صحاح ستہ اور حدیث و سنن، آثار و رجال، سیر و تاریخ، ادب و تراجم کے تمام دستیاب ابتدائی و ثانوی، قدیم و جدید کتب مآخذ و مصادر پیش نظر رہے ہیں، اس ترتیب و تدوین میں مکررات کا حذف کرنا فطری امر تھا، اس خطبۂ جلیلہ کی اپنی حیثیت و نوعیت کے مختلف پہلوؤں میں بنیادی حقوق انسانی و اسلامی کا بیان بھی شامل ہے، عہد جدید کے بزرگ مسلمان محقق و عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ ۱۹۵۰ء میں اپنی کتاب، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، (مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۱۹۵۰ء/ ص ۳۰۲، ۳۰۴) میں اسے ''انسانیت کا منشور اعظم'' قرار دے چکے ہیں، یہ عنوان اس پس منظر میں کہ اُس مضمون سے دو سال پہلے (۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء) اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی انسانی حقوق کے منشور کی منظوری دے چکی تھی، بہت اہم تھا۔ (لیکن افسوس ڈاکٹر صاحب موصوف نے خطبۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نئی اور بروقت تعبیر کو صرف عنوان تک محدود رکھا اور خطبۂ مبارکہ کے تقریباً ۱۶ فقروں کا محض اردو ترجمہ ہی نقل فرمایا) نصف صدی گزرنے کے بعد بھی چونکہ اس عظیم الشان خطبۂ رسالت پناہ علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کو بہ قید دفعات ایک ''عالمی انسانی منشور'' (Universal human Charter) کی حیثیت سے اہل فکر و نظر کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت تھی، اس لئے انتہائی احساس بے مائیگی کے ساتھ اس خطبۂ عظیم کے متن کو ایک ''عالمی انسانی منشور'' کی حیثیت سے اگلے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

منشورِ انسانی کے اصطلاحی الفاظ سے یہ تاثر لینا درست نہیں ہوگا کہ اس میں محض حقوق انسانی کا بیان ہے، اب یہ ایک مکمل دستاویز ہے جس میں انسانی زندگی، اجتماعی معاشرت حقوق و فرائض باہمی اور

اسلامی نظام حیات کے چیدہ نکات اور تہذیب وتمدن کی بقا کے لئے رہنما اصول دیئے گئے ہیں، چنانچہ آئندہ صفحات میں منشور زیر بحث کے مندرجات پر نظر ڈالنے سے واضح ہوگا کہ پورا خطبۂ حجۃ الوداع عالمی انسانی منشور کل پانچ حصوں میں منقسم ہے، یعنی ۱۔دیباچہ ۲۔اساسیات، ۳۔اجتماعیات، ۴۔دینیات (عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات) ۵۔اختتامیہ پر مشتمل ہے۔

متن خطبے کے بعد اسناد وحواشی، اردو ترجمہ، ماخذ ومصادر خطبہ اور فہرست رواۃ ہے اور پھر آخری حصہ میں خطبۂ مبارکہ (منشور) کا توضیحی وتجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے بعض تفصیلات نیز دوسرے نوشتہ ہائے حقوق سے موازنہ ومقابلہ، انسانی حقوق کی کوششوں کا جائزہ اور دیگر مباحث پیش خدمت ہیں، اور پھر آخری حصے میں اسناد وحواشی، اردو ترجمہ، مآخذ ومصادر خطبہ اور فہرست رواۃ ہے، اس اجمال کی تفصیل آئندہ صفحات میں دیکھی جاسکے گی۔ ان شاءاللہ۔ وما توفیقی الا باللہ۔

خطبۂ حجۃ الوداع

متن خطبہ

حصہ الف ﴿دیباچہ﴾:

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب اليه ونعوذ بالله
من شرور انفسنا ومن سيآت اعمالنا، من يهد الله فلا مضل له
ومن يضلل فلا هادى له، واَشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ
لاشريك لهٗ وأشهد أن محمداً عبده و رسولهٗ۔ (۱) أمّا بعد!

الف: أيها الناس!

اسمعوا منى قولى فاعقلوه، فانى لا ادرى لعلى لا القاكم بعد عامى هذا۔ (۲)

بهذا المؤقف أبداً۔ (۳)

ب: أيها الناس!

انى والله ماادرى لعلى لا ألقاكم بمكانى هذا بعد يومكم هذا۔ (۴)

ح: أيها الناس!

أنصتوا! فانكم لعلكم لا ترونی بعد عامكم هذا ۔ (۵)

د: اسمعوا منی، أُبين لكم فانی لا ادری لعلی لا ألقاكم بعد عامی هذا ۔ (۶)

ھ: أيها الناس!

خذوا مناسككم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد عامی هذا ۔ (۷)

و: نضر الله امراً سمع مقالتی فبلغها، فرب حامل فقه غير فقيه و رب حامل فقه الی من هوا فقه منه ۔ (۸)

ز: أيها الناس!

لعلكم لا تلقونی علی مثل حالی هذا وعليكم هذا ۔ (۹)

حصہ ب ﴿اساسیات﴾

دفعہ ۱: أيها الناس!

۱۔ اِن ربكم واحد، وان اباكم واحد، كلكم لآدم وآدم من ترابٍ ۔ (۱۰)

۲۔ اكرمكم عند الله اتقاكم (۱۱)۔ان الله عليم خبير ۔ (۱۲)

۳۔ ألا! لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی، ولا أسود علی احمر ولا احمر علی اسود، الا باتقویٰ ۔ (۱۳)

دفعہ ۲: أوصيكم عباد الله بتقوی الله، و احثكم غلی طاعته وأستفتح بالذی هو خير (۱۴)

دفعہ ۳: ألا! كل شئ من أمر الجاهلية تحت قدمی موضوع ۔ (۱۵)

۱۔ ألا! وان كل شئٍ من اهل الجاهلية موضوع تحت قدمی هاتين ۔ (۱۶)

۲۔ ألا! ان كل دم ومال ومآثرة كانت فی الجاهيلة تحت قدمی هذہٖ الی يوم القيامة ۔ (۱۷)

۳۔ [(۱۸) ان مآثر الجاهلية موضوعةٌ (غير السدانة والسقاية والعمد قود وشبه العمد ماقتل بالعصا و الحجرِ فيه مائة بعير، فمن زاد فهو من اهل

الجاهيلة]۔ (۱۹)

۴۔ وان کل ربا موضوع، ولکن رؤس اموالکم، لا تظلمون ولایظلمون۔ قضی الله أنه لاربا۔ (۲۰)

۵۔ وربا الجاهلية موضوعة۔

[و اول رباً اضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب، فانه موضوع کله]۔ (۲۱)

۶۔ وان کل دم فی الجاهلية موضوع، (۲۲)

[وان اول دمائکم أضع دم ابن ربيعة (۲۳) بن الحارث بن عبد المطلب، وکان مسترضعاً فی بنی ليث، فقتله هذيل، فهو أول مابدأبه من دماء الجاهلية]۔ (۲۴)

۷۔ أيها الناس!

(الف) ان النسیٔ زيادة فی الکفر، يضل به الذين کفروا يحلونه عاماً ويحرمونه عاماً ليواطئوا عدة ماحرم الله، فيحلوا ماحرم الله ويحرموا ما أحل الله۔ (۲۵)

(ب) ألا! وان الزمان قداستدار کهيئته يوم خلق الله السماوات و الارض، وان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهراً فی کتاب الله، منها اربعة حرم، ثلاثة متوالية، ذوالقعدة و ذوالحجة والمحرم، و رجب الذی يدعی شهر مضر، الذی بين جمادی الآخرة و شعبان، والشهر تسعة و عشرون يوماً و ثلاثون۔

[الا! هل بلغت؟ فقال الناس نعم، فقال اللهم اشهد!] (۲۶)

(ج) الا! وان الحج فی ذی الحجة الی يوم القيامة۔ (۲۷)

دفعه ۴: ايها الناس! [هل تدرون فی أی شهر انتم؟ فی أی يوم انتم؟ فی ای بلدانتم؟ قالوا فی يوم حرام، و بلدحرام و شهر حرام، قال]۔

فان دماء کم ....و

دفعہ ۵: أموالکم ....و

دفعہ ۶: اعراضکم.......... علیکم حرام!

[کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا، الی یوم تلقونه] (۲۹)

دفعہ ۷: اسمعوا منی! تعیشوا!

۱۔ الا لاتظلموا!، الا الا تظلموا، ألا لا تظلموا!، (۳۰) فلا تظلموا انفسکم۔ (۳۱)

حصہ ج ﴿اجتماعیات﴾

دفعہ ۸: ایها الناس! [اسمعوا قولی! واعقلوه!]

ان کل مسلم اخ المسلم! وان المسلمین أخوة۔ (۳۲)

دفعہ ۹: ألا! کل مسلم مُحرم علی کل مسلم! (۳۳)

دفعہ ۱۰: والمؤمن علی المؤمن حرام۔ کحرمة هذا الیوم!

۱۔ لحمه علیه حرام۔

۲۔ ان یاکله بالغیب ویغتابه۔

۳۔ وعرضه علیه حرام ان یخرقه۔

۴۔ وجهه علیه حرام ان یلطمه۔

۵۔ واذاه علیه حرام أن یوذیه۔

۶۔ وعلیه حرام ان یدفعه دفعاً یتعتعه۔ (۳۴)

۷۔ ولا یحل لأمرئ مسلم دم اخیه۔ (۳۵)

۸۔ ولا یحل مال مسلم الا ماأعطی عن طیب نفسٍ۔ (۳۶)

دفعہ ۱۱: [وسأ خبرکم من المسلم؟]

المسلم من سلم الناس من لسانه ویده۔ (۳۷)

دفعہ ۱۲: والمومن من أمنه الناس علی اموالهم وانفسهم۔ (۳۸)

دفعه ۱۳: والمهاجر من هجر الخطايا والذنوب۔ (۳۹)

دفعه ۱۴: والمجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله۔ (۴۰)

دفعه ۱۵: ألا! ومن كانت عنده أمانة فليؤدها الى من أتمنه عليها۔ (۴۱)

دفعه ۱۶: الدين مقضى۔ (۴۲)

دفعه ۱۷: والعارية مؤداة۔ (۴۳)

دفعه ۱۸: والمنحة مردودة۔ (۴۴)

دفعه ۱۹: والزعيم غارم۔ (۴۵)

دفعه ۲۰: الا! لايجنى جان الا على نفسه۔ (۴۶)

دفعه ۲۱: الا! لايجنى جان على والده ولا مولود على والده۔ (۴۷)

دفعه ۲۲: فاتقوا الله في النساء، فانكم اخذتموهن بامان الله، واستحللتم فروجهن بكلمة الله۔ (۴۸)

دفعه ۲۳: ألا! استوصوا بالنساء خيراً، فانماهن عوان عندكم، ليس تملكون منهن شيئاً غير ذلک۔ (۴۹)

دفعه ۲۴: ايها الناس!

ان للنسآء حقا وان لكم عليهن حقا۔ (۵۰)

[ألا! ان لكم على نسائكم حقا، ونساء كم عليكم حقا] (۵۱) [فاما حقكم على نسآئكم]۔ (۵۲)

۱۔ وعليهن ان لايتين بفاحشة مبينة۔ (۵۳)

۲۔ ولكم عليهن ان لا يوطئن فرشكم احداً تكرهونه۔ (۵۴)

۳۔ ولايد خلن بيوتكم أحداً تكرهونه الا باذنكم۔ (۵۵)

۴۔ فان فعلن فان الله قد أذن لكم:

الف۔ ان تهجروهن في المضاجع

ب ـ وان تضربوهن غير مبرح ـ (۵۶)

[ألا! وحقهن عليكم]ـ (۵۷)

۵ ـ ان تحسنوا اليهن فی کسوتهن وطعامهن ـ (۵۸)

[فان انتهين وطعنكم فلهن رزقهن وكسوتهن بالمعروف]ـ (۵۹)

۶ ـ ولا يعصينكم فی معروف ـ (۶۰)

۷ ـ فان فعلن ذلك فليس لكم علهن سبيل ـ (۶۱)

۸ ـ لا تنفق امرأة من بيتها الا باذن زوجها ـ (۶۲)

۹ ـ ألا! وان الولد للفراش ـ (۶۳)

۱۰ ـ وللعاهر حجر، وحسابهم على الله ـ (۶۴)

۱۱ ـ ألا! لايحل لامرأة ان تعطى من مال زوجها شيئاً الا باذنه ـ (۶۵)

۱۲ ـ ألا! ومن ادعى الى غير ابيه أوتولى غير مواليه رغبة منهم، فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين، لايقبل منهم صرف ولا عدل ـ (۶۶)

دفعہ ۲۵: ۱ ـ أرقاء كم، أرقاء كم

الف: اطعموهم ممّا تاكلون

ب: واكسوهم مماتلبسون

ج: ان جاؤا بذنب لاترون أن تغفروه، فبيعوا عباد الله!

د: ولا تعذبوهم ـ (۶۷)

۲ ـ فاوصيكم بمن ملكت ايمانكم

فاطعموهم مما تاكلون وألبسوهم ما تلبسون ـ (۶۸)

حصہ د ﴿دینیات، عقائد عبادت معاملات اخلاقیات﴾

دفعہ۲۶: أيها الناس!

وانما امرتُ أن اقاتل الناس حتى يقولوا لا الهٰ الا الله ـ

فاذا قالوها عصموا دمائهم واموالهم وحسابهم على الله۔ (۶۹)

دفعہ ۲۷: لاتشركوا بالله شيئاً

دفعہ ۲۸: ولا تقتلوا النفس التى حرم الله الابالحق۔

دفعہ ۲۹: ولا تزنوا

دفعہ ۳۰: ولا تسرقوا۔ (۷۰)

دفعہ ۳۱: أيها الناس! لا نبى بعدى ولا امة بعدكم۔ (۷۱)

۱۔ [خطب رسول الله ﷺ فذكر المسيح الدجال فاطنب فى ذكره ثم قال (۷۲)........... تم ذكر الدجال فقال]

۲۔ مابعث الله من نبيٍ الا قد انذره امته۔ (۷۳)

[انى لأنذر تموه وما من نبى الا وقدانذره قومه] (۷۴)

۳۔ ان افضل دعائ و دعاء من كان قبلى من الانبياء: لا اله الا الله وحده لا شريک لہ، لہ الملک وله الحمد بيده الخير يحيى و يميت و هو على كل شيءٍ قدير۔ (۷۵)

دفعہ ۳۲: اعبدوا ربكم، وصلوا خمسكم، وصوموا شهركم، وحجوا بيتكم وأدوا زكاتكم، طيبة بها انفسكم، تدخلوا جنة ربكم عزوجل۔ (۷۶)

دفعہ ۳۳: واتقوا الله! ولا تبخسوا الناس أشياء هم،ولا تعثوا فى الارض مفسدين۔ (۷۷)

دفعہ ۳۴: واياكم والغلو! انما هلک من كان قبلكم بالغلو فى الدين۔ (۷۸)

دفعہ ۳۵: أيها الناس!

فان الشيطان قديئس من أن يعبد بأرضكم هذهِ ابدا، ولكنه ان يطع فيما سوى ذلک فقد رضى به مما تحقرون من أعمالكم فاحذروه على دينكم۔ (۷۹)

دفعہ ۳۶: ايها الناس!

۱ ۔ ان الله قسم لكل وارث نصيبه من الميراث ۔

۲ ۔ فلا تجوز لوارث وصية، ولا تجوز وصية فی اكثر من الثلث ۔ (۸۰)

[قال وامرنا بالصدقة فقال]

دفعه ۳۷: تصدقوا! فانی لا أدری لعلكم لا ترونی بعد يومی هذا ۔ (۸۱)

دفعه ۳۸: لا تاتوا علی الله، فانه من تاتی علی الله اكذبه الله ۔ (۸۲)

دفعه ۳۹: ۱۔ يا إيها الناس! خذوا من العلم قبل ان يقبض العلم و قبل ان يرفع العلم

۲۔ الا! وان من ذهاب العلم ان يذهب حملته، ثلاث مرات ۔ (۸۳)

دفعه ۴۰: واعلموا!

۱، ان الصدور لا تغل علی ثلاث:

الف: اخلاص العمل لله ۔ و

ب: مناصحة اهل الامر ۔ و

ج: لزوم جماعة المسلمين، فانی دعوتهم تحيط من ورائهم ۔ (۸۴)

۲، ما أنزل الله داءٍ الا أنزل له دواء الا الهرم ۔ (۸۵)

دفعه ۴۱: فاعقلوا أيها الناس قولی! فانی قد بلغت!

۱ ۔ قد تركت فيكم مالن تضلوا بعده ان اعتصم به كتاب الله تبارك و تعالیٰ ۔ (۸۶)

۲ ۔ وقد تركت فيكم ما ان اعتصم به فلن تضلوا ابداً، أمراً بينا كتاب الله و سنة نبيه ۔ (۸۷)

دفعه ۴۲: أيها الناس! اسمعوا و أطيعوا، وان أمر عليكم عبد حبشیٌ مجدع اقام فيكم كتاب الله ۔ (۸۸)

دفعه ۴۳: ألا! ۔

۱، كل نبی قدمضت دعوته الا دعوتی، فانی قد ذخرتها عند ربی الی يوم

القیامة۔ (۸۹)

۲، اما بعد! فان الانبیاء مکاثرون فلا تحزونی، فانی جالس لکم علی باب الحوض۔ (۹۰)

۳، الا! وانی فرطکم علی الحوض واکاثربکم الامم، فلاتسودوا وجھی۔ (۹۱) الا! مستنقذاناساً ومستنقذتنی اناس فاقول یا رب اصحابی! فیقول انک لا تدری ما احدثوا بعدک۔ (۹۲)

دفعہ ۴۴: الا! لاترجعوا بعدی کفاراً، یضرب بعضکم رقاب بعض۔ (۹۳) و

دفعہ ۴۵: ۱، انکم ستلقون ربکم فسئالکم عن أعمالکم۔ (۹۴)

۲، من کانت الآخرة همه جمع الله شمله وجعل غناه بین عینیه وأتته الدنیا وھی راغمة، ومن کانت الدنیا همه فرق الله شمله وجعل فقره بین عینیه، ولم یا ته من الدنیا الا ماکتب له۔ (۹۵)

دفعہ ۴۶: الا! وقد رأیتمونی و سمعتم منی و ستسألون عنی فمن کذب علی فلیتبوأ مقعده من النار۔ (۹۶)

دفعہ ۴۷: ألا!

۱، فلیبلغ الشاھد الغائب۔ (۹۷)

۲، فلعل بعض من یبلغه أن یکون أوعیٰ له من بعض من سمعه۔ (۹۸)

۳، الا! فلیبلغ ادناکم أقصاکم (۹۹)

حصہ ٥ ﴿اختتامیہ﴾

[ثم قال اللھم ھل بلغت؟ (۱۰۰) فقال الاھل بلغت؟ الاھل بلغت ألاھل بلغت؟ (۱۰۱) (قالوا نعم]

فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اللھم اشھد اللھم اشھد! اللھم اشھد!۔ (۱۰۲)

وانتم تسالون عنی فماذا انتم قائلونٌ۔ (۱۰۳) [قالوا: نشهد انک قدادیت الامانة، وبلغت الرسالة، و نصحت] (۱۰۴) فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم [باصبعة السبابة یرفعها الی السماء وینکتها الی الناس] (۱۰۵) اللهم اشهد! اللهم اشهد! اللهم اشهد! (۱۰۶) والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته۔ (۱۰۷)

اردو ترجمہ

حصہ الف ﴿دیباچہ﴾

سب تعریف اللہ کے لئے، ہم اس کی حمد وثنا کرتے ہیں اور اسی سے مدد ومغفرت طلب کرتے ہیں، اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسی کے دامن عفو میں اپنے نفس کی شرارتوں اور برے اعمال سے پناہ چاہتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت عطا کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی سہیم وشریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ امابعد!

۱ لف: لوگو!

میری بات اچھی طرح سن لو، سمجھ لو، کیا خبر، شاید اس سال کے بعد اس جگہ میری تمہاری ملاقات کبھی نہ ہوسکے۔

ب: بندگانِ خدا!

آج کے بعد واللہ مجھے نہیں معلوم، شاید میں تم سے اس مقام پر پھر کبھی نہ مل سکوں گا۔

ج: لوگو!

خاموش ہوجاؤ، تم لوگ اس سال کے بعد شاید مجھے نہ دیکھ سکو۔

د: لوگو!

سنو! میں تمہیں وضاحت کے ساتھ (سب کچھ) بتا دینا چاہتا ہوں، کیونکہ شاید اس سال کے بعد پھر کبھی تم سے نہ مل سکوں۔

ھ: لوگو! حج کے مسئلے مسائل مجھ سے سیکھ لو، میں نہیں جانتا شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔

و: اللہ اسے تروتازہ و شاداب رکھے جس نے میری باتیں سنیں اور انہیں دوسروں تک پہنچایا، بعض اوقات سننے والا سمجھدار نہیں ہوتا اور کبھی کبھی جس کو پہنچایا جائے وہ اس سے زیادہ سمجھدار نکلتا ہے۔

ز: لوگو! تم لوگ شاید مجھ سے آیندہ اس حال میں نہ مل سکو جس حال میں تم اب مل رہے ہو۔

حصہ ب ﴿اساسیات﴾

دفعہ ۱: لوگو!

۱۔ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔

۲۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ شعار ہے، بیشک اللہ علیم و خبیر ہے۔

۳۔ دیکھو!

کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور کسی کالے کو کسی سرخ پر اور کسی سرخ کو کسی کالے، سیاہ پر کوئی فضیلت، لحاظ و امتیاز حاصل نہیں، مگر ہاں تقویٰ کے سبب۔

دفعہ ۲: بندگانِ خدا! میں تمہیں تقویٰ شعاری (اللہ سے ڈرنے) کی وصیت کرتا ہوں۔ اور تمہیں اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں (کیونکہ تم اللہ کے سوا کسی اور کے بندے نہیں) اور اپنے خطبے کا آغاز نیک بات سے کرتا ہوں۔

دفعہ ۳: جان لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں تلے (روندی گئی) ہے (اب تمام آثار جاہلیت کالعدم اور ساقط ہو گئے ہیں)۔

۱، خبردار! اہل جاہلیت کی ہر چیز میرے (ان دونوں) قدموں کے نیچے ہے۔

۲، سن لو! جاہلیت کا ہر خون (انتقام) مال (مغصوبہ) اور آثار جاہلیت (خاندانی، موروثی مفاخر) میرے قدموں تلے تا قیامت کالعدم ٹھہرائے جاتے ہیں۔

۳، اور جاہلیت کے تمام باعث فخر و غرور عہدے (مآثر و مفاخر) ختم کئے جاتے ہیں، صرف سدانہ

(کعبہ کی نگرانی ونگہبانی) اور سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے) کے عہدے باقی رہیں گے، قتل عمد کا قصاص (بدلہ) لیا جائے گا، قتل عمد کے مشابہ وہ (قتل) ہے جو لاٹھی یا پتھر سے وقوع میں آئے اور اس کی (دیت) سو اونٹ مقرر ہے، اس سے زیادہ جو طلب کرے گا وہ اہل جاہلیت میں شمار ہوگا۔

۴، اور ہر قسم کا سود آج سے ممنوع قرار پاتا ہے، البتہ تمہیں اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان ہے اور نہ تمہارا نقصان، اللہ نے یہ بات طے کردی ہے کہ سود کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۵، اور زمانۂ جاہلیت کے تمام سود (سودی کاروبار) اب باطل ہیں۔ (اور جہاں تک کہ عباس بن عبدالمطلب کے سود کا تعلق ہے تو وہ تمام کا تمام ساقط ہے)۔

۶، اور زمانۂ جاہلیت کے تمام خون (کے بدلے، انتقام) اب کالعدم ہیں۔

(اور اپنے خاندان میں سے پہلا انتقام جسے میں معاف کرتا ہوں ربیعۃ (بن الحارث بن عبد المطلب) کے بچے کا ہے جس کی رضاعت بنی لیث میں ہورہی تھی کہ بنو ہذیل نے اسے قتل کردیا تھا، پس میں پہل کرتے ہوئے انتقام ہائے جاہلیت میں سے خون کا بدلہ معاف کررہا ہوں)

۷، لوگو!

الف۔ بے شک نسئی (مہینوں کو اپنی جگہ سے ہٹادینا) ازدیادکفر کا ہی باعث ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑ جاتے ہیں کہ ایک سال تو (اپنی نفسانی غرض سے) اسے حلال ٹھہراتے ہیں پھر دوسرے سال (جب کوئی ذاتی غرض نہ ہو) اس کو حرام کردیتے ہیں، تاکہ اللہ نے جو گنتی (حرام مہینوں کی) مقرر کررکھی ہے اسے پورا کرلیں، اس طرح وہ اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال اور اس کے حلال کئے ہوئے کو حرام کرلیتے ہیں۔

ب۔ دیکھو!

اور اب زمانہ گھوم پھر کر اُسی جگہ آگیا ہے جہاں سے کائنات کی پیدائش کے دن شروع ہوا تھا، مہینوں کی گنتی (تعداد) اللہ کے نزدیک سال میں بارہ ہے، ان میں سے چار محترم، حرام ہیں کہ تین (ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم) تو متواتر ہیں اور ایک الگ آتا ہے یعنی رجب جو شہر مضر کہلاتا ہے اور جو جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ ہے اور مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے، تیس کا بھی۔

(کہو! میں نے اپنی بات تم تک پہنچادی ہے نا؟ تو مجمع نے کہا بیشک، آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہنا!)

ج۔سن لو! حج قیامت تک اب ذی الحجہ کے مہینے کے ساتھ مخصوص رہے گا۔

دفعہ ۴: لوگو! (تمہیں معلوم ہے کہ تم پر کون سا مہینہ سایہ فگن ہے؟ تم کس دن میں یہاں جمع ہو؟ کس شہر میں موجود ہو؟ سب نے کہا۔ محترم دن، محترم شہر اور محترم مہینے میں! تب آپ ﷺ نے فرمایا) بیشک تمہارا خون (ایک دوسرے پر حرام ہے)

دفعہ ۵: اور تمہارا مال (وملکیت)

دفعہ ۶: تمہاری عزت وآبر (ایک دوسرے کے لئے) معزز ومحترم ہے۔ (جس طرح حرمت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے کو، تمہارے اس شہر کو (حاصل ہے) یہاں تک کہ تم اللہ سے جاملو)

دفعہ ۷: میری بات سنو!

زندگی گذارو، رہو سہو (مگر اس طرح کہ)

۱۔خبردار! (ایک دوسرے پر) ظلم نہ کرنا۔

۲۔دیکھو! ظلم (وزیاتی) نہ کرنا۔

۳۔خوب سمجھ لو! ایک دوسرے پر باہم ظلم وستم نہ کرنا۔

حصہ ج ﴿اجتماعیات﴾

دفعہ ۸: اللہ کے بندو! میری بات سنو اور سمجھو!

بلاشبہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی۔

دفعہ ۹: خبردار! ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ومحترم ہے۔

دفعہ ۱۰: اور ہر مومن دوسرے مومن پر حرام ومحترم ہے، جس طرح آج کے دن کی حرمت:-

۱،اس کا گوشت اس پر حرام ہے۔

۲،کہ اسے کھائے، اس کی عدم موجودگی میں غیبت کرکے۔

۳،اور اس کی عزت وآبرو اس پر حرام ہے کہ (اس کی چادر عزت) پھاڑ دے۔

۴،اس کا چہرہ اس پر حرام ہے کہ اس پر طمانچے لگائے جائیں۔

۵، اور تکلیف دہی بھی حرام کہ اسے تکلیف پہنچائی جائے۔
۶، اور یہ بھی حرام کہ تکلیف رسانی کے لئے اسے دھکا دیا جائے۔
۷، اور کسی مسلمان کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان بھائی کا خون حلال سمجھے۔
۸، مالِ مسلم بھی حلال و جائز نہیں سوائے اس کے کہ جو وہ اپنی خوشی سے دے۔
(اور میں تمہیں بتاؤں کہ مسلمان درحقیقت ہے کون؟)

دفعہ ۱۱: مسلمان وہی ہے جو اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

دفعہ ۱۲: اور مومن درحقیقت وہ ہے جس سے دوسرے لوگوں کا جان و مال امن و عافیت میں رہے۔

دفعہ ۱۳: اور مہاجر درحقیقت وہ ہے جو اپنے گناہوں اور خطاؤں سے کنارہ کشی کر لے۔

دفعہ ۱۴: اور مجاہد تو دراصل وہ ہے جو اطاعت الٰہی کی خاطر اپنے نفس کا مقابلہ کرے۔

دفعہ ۱۵: خبردار! اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت واپس لوٹا دے۔

دفعہ ۱۶: قرض واپس ادائیگی کا متقاضی ہے۔

دفعہ ۱۷: ادھار لی ہوئی چیز کو واپس کیا جانا چاہئے۔

دفعہ ۱۸: عطیہ لوٹایا جائے۔

دفعہ ۱۹: ضامن ضمانت (تاوان) کا ذمہ دار ہے۔

دفعہ ۲۰: دیکھو! اب ایک مجرم اپنے جرم کا خود ہی ذمہ دار ہوگا۔

دفعہ ۲۱: جان لو! اب نہ باپ کے جرم کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔

دفعہ ۲۲: عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات (احکام) کے تحت ان کے ستر تمہارے کے لئے حلال ہوئے۔

دفعہ ۲۳: خبردار! تمہارے لئے عورتوں سے نیک سلوک کی وصیت ہے کیونکہ وہ تمہاری پابند ہیں، اور اس کے سوا تم کسی معاملے میں حق ملکیت نہیں رکھتے۔

دفعہ ۲۴: لوگو! جس طرح عورتوں کے کچھ حقوق تمہارے ذمہ ہیں اسی طرح ان پر بھی تمہارے کچھ حقوق واجب ہیں (سنو! تمہاری عورتوں پر جس طرح کچھ حقوق تمہارے واجب ہیں اسی طرح تمہاری عورتوں کا بھی تم پر کچھ حق ہے)۔

(جہاں تک تمہارے ان حقوق کا تعلق ہے جو تمہاری عورتوں پر واجب ہیں) تو وہ یہ ہیں:-

۱۔ وہ کوئی کام کھلی بے حیائی کا نہ کریں۔

۲۔ وہ تمہارا بستر کسی ایسے شخص سے پامال نہ کرائیں جسے تم پسند نہیں کرتے۔

۳۔ وہ تمہارے گھر میں کسی ایسے شخص کو داخل نہ ہونے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو مگر یہ کہ تمہاری اجازت سے۔

۴۔ اگر وہ عورتیں (ان باتوں) کی خلاف ورزی کریں تو تمہارے لئے اجازت ہے کہ:

الف: تم انہیں بستروں پر اکیلا، تنہا چھوڑ دو۔

ب: (ان پر سختی کرو) مگر شدید تکلیف والی چوٹ نہ مارو (اگر مارنا ہی چاہو)

دیکھو! کچھ حقوق ان کے بھی تمہارے اوپر عائد ہوتے ہیں مثلاً:

۵۔ یہ کہ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، (خوراک ولباس) کے بارے میں ان سے اچھا سلوک کرو) (اگر وہ تمہاری نافرمانی سے باز آجائیں اور کہا مانیں تو (حسب حیثیت) ان کا کھانا کپڑا (خوراک لباس، نان نفقہ) تمہارے ذمے ہے)

(اور عورتوں پر یہ بھی واجب ہے کہ)

۶۔ عورتیں معروفات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں۔

۷۔ اور اگر وہ فرمانبرداری کریں تو اُن پر (کسی قسم کی) زیادتی کا تمہیں کوئی حق نہیں۔

۸۔ کوئی عورت اپنے گھر میں اخراجات نہ کرے، مگر ہاں اپنے شوہر کی اجازت سے۔

۹۔ جان لو! لڑکا (اولاد) اس کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا۔ (بچہ شوہر کی اولاد متصور ہوگا)

اور جس پر حرام کاری ثابت ہو اس کی سزا سنگساری ہے۔ (زنا کار کے لئے پتھر) اور ان کا حساب اللہ کے ذمے۔

۱۰۔ دیکھو! کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اسکی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔

۱۱۔ خبردار! جس نے خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کیا، یا کسی غلام نے (جان بوجھ کر) اپنے آقا کے سوا کسی اور آقا سے نسبت قائم کی تو اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے دن اس سے کوئی بدلہ یا معاوضہ

قبول نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۲۵: ا۔اور ہاں غلام تمہارے غلام! (ان سے حسن سلوک کرو)

الف: جوتم کھاتے ہواس میں سے ان کو بھی کھلاؤ۔

ب: جوتم پہنتے ہواس میں سے ان کو بھی پہناؤ۔

ج: اگر وہ کوئی ایسی خطا کریں جسے تم دیکھو کہ معاف نہیں کر سکتے تو اللہ کے بندو انہیں فروخت کردو (مگر)

د: انہیں بھیانک سزا (عذاب) تو نہ دو

۲۔ اور ان کے بارے میں بھی تمہیں (حسن سلوک کی) وصیت کرتا ہوں، جو لونڈیاں (تمہارے زیر تصرف) ہیں، پس ان کو وہ کھلاؤ اور پہناؤ جو تم کھاتے پہنتے ہو۔

حصہ د ﴿دینیات، عقائد عبادت معاملات اخلاقیات﴾

دفعہ ۲۶: لوگو! بیشک مجھے حکم دیا گیا تھا کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہو جائیں، اور جب وہ اس کلمے کا اقرار کرلیں تو گویا انہوں نے اپنی اپنی جانوں اور مالوں کو بچالیا اور باقی حساب اللہ کے ذمے ہے۔

دفعہ ۲۷: اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

دفعہ ۲۸: اور نہ کسی کی ناحق جان لو (نہ قتل کرو)۔

دفعہ ۲۹: نہ بدکاری (زنا) کرو۔

دفعہ ۳۰: اور نہ ہی چوری (سرقہ) کرو۔

دفعہ ۳۱: لوگو! (اچھی طرح سمجھ لو!) میرے بعد نہ کوئی پیغمبر (آنے والا) ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی امت (ہوگی)

ا، اپنے خطاب کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح الدجال کا ذکر فرمایا پھر ذکر میں کافی طول پکڑا، پھر دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

۲۔ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو (پس میں بھی) (میں بلاشبہ تمہیں اُس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی قوم کو اس

سے نہ ڈرایا ہو)

۳۔ بیشک میری سب سے افضل دعا بلکہ تمام انبیائے ماقبل کی یہی ہے:

لا اله الا الله وحدهٗ لا شريک له، له الملک وله الحمد بيده الخير، يحيى و يميت و هو على كل شيءٍ قدير۔

دفعہ ۳۲: خوب سن لو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو، نماز پنجگانہ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اپنے (رب کے) گھر (خانہ کعبہ) کا حج کرو، اپنی زکوٰۃ خوشی خوشی دیا کرو، اپنے حکام کی اطاعت کرو (اور اس طرح ان امور کی انجام دہی کے بعد بطور اجر) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

دفعہ ۳۳: اللہ سے ڈرو! (ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو) اور لوگوں کو اُن کی چیزیں (ناپ تول میں) کم نہ دیا کرو۔ اور ملک میں فساد کرتے نہ پھرو۔

دفعہ ۳۴: خبردار! دین میں غلو (مبالغہ آمیزی، انتہا پسندی) سے بچو، اس لئے کہ تم سے پہلے جو (قومیں) تھیں وہ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں۔

دفعہ ۳۵: لوگو!

دیکھو، شیطان اس بات سے تو بے شک بالکل مایوس ہو چکا ہے، کہ تمہاری اس سرزمین پر کبھی اس کی پرستش کی جائے گی، مگر چوکنا رہو! وہ اس بات پر بھی راضی ہوگا کہ اس (پرستش) کے سوا چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کے اشاروں کی تعمیل کی جائے، پس اپنے دین وایمان کی (حفاظت کی) خاطر اس سے بچے رہنا۔

دفعہ ۳۶: لوگو!

۱، اللہ نے میراث (ترکہ) میں ہر وارث کا (جداگانہ) حصہ مقرر کر دیا ہے۔

۲، اس لئے وارث کے لئے (تمام مال میں) وصیت کرنا جائز نہیں (چنانچہ) کسی کو ایک تہائی سے زائد (مال) کی وصیت کا حق نہیں ہے۔

(بقول راوی پھر حضور ﷺ نے ہمیں صدقے کا حکم دیا اور فرمایا:)

دفعہ ۳۷: صدقہ دیا کرو! اس لئے میں نہیں جانتا مگر شاید تم آج کے بعد مجھے پھر نہ دیکھ سکو۔

دفعہ ۳۸: اللہ کے نام پر (جھوٹی) قسمیں نہ کھایا کرو، کیونکہ جو اللہ کے نام پر (جھوٹی) قسم کھائے گا اللہ

اس کا جھوٹ ظاہر کر دے گا۔

دفعہ ۳۹: لوگو! ۱۔علم (تعلیم، معلومات) میں سے جو کچھ حاصل کر سکتے ہو، لے لو اس سے پہلے کہ وہ سمیٹ لیا جائے اور قبل اس کے کہ علم کو اٹھا لیا جائے۔

۲۔خبردار! علم کے اٹھائے جانے (ختم ہو جانے) کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اس کے جاننے والے ختم ہو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔

دفعہ ۴۰: دیکھو!

۱، تین باتیں ایسی ہیں جن میں (مومن کا) دل (دھوکہ فریب) کینے کا شکار نہیں ہوتا یعنی:

الف: عمل میں اخلاص کہ صرف اللہ کے لئے۔

ب: (مسلمان) حاکموں کی خیر خواہی میں۔

ج: عام مسلمانوں (کی جماعت) سے وابستگی میں کیونکہ ان (مسلمانوں) کی دعائیں انہیں گھیرے رہتی ہیں (اس پر سایہ فگن رہتی ہیں)

۲۔اللہ نے ایسی کوئی بیماری (دکھ، تکلیف) پیدا نہیں کی جس کی دوا بھی نہ اتاری ہو سوائے بڑھاپے کے۔

دفعہ ۴۱: لوگو! میری بات سمجھو! کیونکہ میں نے سب کچھ تم تک پہنچا دیا ہے:

۱، میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ دی ہے کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اگر اسے مضبوطی سے تھامے رہے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

۲، اور میں نے تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ دی ہیں کہ اگر ان کو تھامے (پکڑے) رہے تو پھر کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے۔صاف و روشن اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔

دفعہ ۴۲: لوگو! سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تمہارے اوپر کوئی نک کٹا حبشی غلام امیر بنا دیا جائے جو تمہارے درمیان کتاب اللہ (کے احکام) کو قائم (نافذ) کرے۔

دفعہ ۴۳: جان لو!

۱، ہر نبی (پیغمبر) کی دعوت گذر چکی ہے سوائے میری دعوت (دین و شریعت) کے، کہ (وہ ہمیشہ کے لئے ہے) میں نے اس کو اپنے پروردگار کے پاس قیامت تک کے لئے ذخیرہ (جمع) کر دیا ہے۔

۲، امابعد! انبیاء علیہم السلام (قیامت کے دن) کثرت تعداد پر فخر کریں گے، پس تم مجھے (اپنی بداعمالیوں کے سبب) رسوانہ کر دینا، میں حوضِ کوثر پر (تمہارے انتظار میں) رہوں گا۔

۳، خبردار! میں حوض کوثر پر تم سے پہلے پہنچوں گا، اور دوسری امتوں پر تمہاری کثرت کے سبب فخر کروں گا، تو کہیں میری رسوائی کا باعث نہ بن جانا۔

۴، سنو!

میں بعض لوگوں کو (شفاعت کر کے) چھڑالوں گا مگر بعض لوگ مجھ سے چھڑا لئے جائیں گے، پھر میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب (امتی) ہیں نا؟ اللہ فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں کر ڈالی تھیں۔

دفعہ ۴۴: خبردار! میرے بعد کہیں کافر نہ بن جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

دفعہ ۴۵: اور ہاں سنو!

۱، تم اپنے رب سے ملوگے تو اللہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں (ضرور) باز پرس کرے گا۔

۲، پس جو (دنیا میں رہتے ہوئے ہمہ وقت) آخرت کو ہی اپنے پیش نظر رکھے گا تو اللہ اسے دل جمعی عطا کرے گا، اور اسے اس کی آنکھوں کے سامنے (دنیا میں ہی) بے نیازی و تونگری عطا کرے گا اور دنیا اس کے (قدموں میں) سرنگوں ہو کر خود آئے گی، لیکن جو دنیا کو ہی اپنا محبوب و مقصود قرار دے گا تو اللہ اس کے معاملات کو منتشر و متفرق کر دے گا اور وہ (آدمی دنیا میں ہی) اپنی آنکھوں کے سامنے افلاس و تنگ دستی دیکھ لے گا اور دنیا میں (سے تو) اسے اتنا ہی حصہ ملے گا جتنا کہ اس کے لئے (مقدر میں) لکھا جا چکا ہے۔

دفعہ ۴۶: دیکھو! اب تم نے مجھے (جی بھر کر) دیکھ بھی لیا ہے اور مجھ سے ان تمام باتوں کو سن بھی لیا ہے، تم سے عنقریب میرے بارے میں پوچھا جائے گا (تو سچ سچ بتانا) پس جس نے بھی مجھ پر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے (گا)۔

دفعہ ۴۷: دیکھو!

۱۔ جو یہاں موجود ہے وہ غیر حاضر تک (میری) یہ سب باتیں (ضرور) پہنچادے۔

۲۔ شاید کہ بعض ایسے کہ جن تک (یہ باتیں) پہنچیں (گی)، یہاں موجود بعض سننے والوں سے زیادہ سمجھ دار ثابت ہوں۔

۳۔ سن لو! تم میں سے جو یہاں قریب ہیں (ان کے لئے لازم ہے کہ) اپنے دور والوں (بعد میں آنے والے لوگوں) تک یہ (تمام) باتیں پہنچا دیں۔

حصہ ۵ ﴿ اختتامیہ ﴾

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! (دیکھ لے) میں نے (تیرا پیغام بھرپور طور پر) پہنچا دیا ہے یا نہیں؟

(پھر لوگوں سے فرمایا)

کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک اچھی طرح نہیں پہنچا دیا۔

سنو! کیا میں نے حق تبلیغ ادا نہیں کر دیا؟

دیکھو! کیا میں نے تعلیم و تلقین دین کی انتہا نہیں کر دی؟

(تو سب حاضرین، سامعین، مجمع والے بیک آواز اقرار و اعتراف کرنے لگے) بے شک! بے شک! (تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا، اے اللہ گواہ رہنا! (تیرے بندے کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں)، اے اللہ گواہ رہنا (یہاں موجود لوگ کیا کہہ رہے ہیں)، اے اللہ گواہ رہنا! (پھر آپ ﷺ نے فرمایا)

اور تم لوگوں سے (آخرت، قیامت میں اللہ کی طرف سے) میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا کہو گے؟

تو سب نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے امانت الٰہی ہم تک پہنچا دی اور حق رسالت ادا کر دیا، اور (امت کو) نصیحت کرنے کی انتہا فرما دی۔ (پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر اسے لوگوں کی طرف جھکایا اور) فرمایا۔ اے اللہ گواہ رہنا اے اللہ گواہ رہنا! اے اللہ گواہ رہنا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

توضیحات

﴿۱﴾

یہ مکرر عرض ہے کہ حجۃ الوداع (حجۃ البلاغ، حجۃ التمام، حجۃ الاسلام) کا واقعہ نہ صرف پوری

اسلامی تاریخ میں انتہائی عظیم الشان حیثیت رکھتا ہے بلکہ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے یہ حیات مقدسہ کا وہ نا قابل فراموش واقعہ ہے، جو متعدد پہلوؤں سے گونا گوں حیثیت اور عظمت و اہمیت رکھتا ہے، جریدۂ عالم پر یہ نقش دوام بن کرا بھرا اور تاریخ پر گہرا اثر ڈالا۔

اس واقعے کا اگر چہ ہر جز واہم اور ہر پہلو قابل لحاظ ہے تاہم اس واقعۂ بے مثال کا جز واعظم، اور وجہ افتخار وہ خطبۂ جلیلہ ہے جو فخر انبیاء، سید الرسل، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار برس پہلے جمعہ ۹رذی الحجہ ۱۰ھ/ ۷ مارچ ۶۳۲ء کو میدانِ عرفات میں اپنی زبان وحی ترجمان سے ارشاد فرمایا تھا۔ وہ بہت عظیم خطبہ تھا۔ (خطبۃ عظیمۃ، ابن کثیر) وہ بہت طویل خطبہ تھا (قولاً کثیرا، ابن کثیر) وہ خطبہ اپنے صدور کے اعتبار سے تو خطبہ تھا مگر اپنے وقوع کے اعتبار سے فرمان اور اپنے شیوع کے اعتبار سے منشور تھا۔ عالمگیر منشورِ انسانی!

خطبے کا عالمی انسانی منشور کی حیثیت سے جو متن گذشتہ صفحات میں پیش کیا گیا، اس کی ترتیب و تدوین میں ایک دیباچہ ہے اور ایک اختتامیہ (اس کے مندرجات بھی متن خطبہ سے ماخوذ ہیں) دیباچہ اور اختتامیہ کے درمیان مواد اور متن خطبہ سینتالیس (۴۷) مرکزی دفعات پر مشتمل ہے ذیلی دفعات اس کے علاوہ ہیں جو اکہتر (۷۱) ہیں، اور کل سطریں ایک سو ستاسی ہیں، اس تجزیے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک بڑی دستاویز ہے جس کی کل دفعات ۴۷+۷۱=۱۱۸ ہیں اور جو دنیا میں پائے جانے والے تمام نوشتہ بائے حقوق انسانی سے زیادہ ہیں۔ (مثلاً برطانیہ کے میگنا کارٹا مجریہ ۱۲۱۵ء میں کل ۶۳ دفعات ہیں، جن میں اصولی باتوں اور انسانی حقوق اور آزادیوں کی جھلک محض چند دفعات میں پائی جاتی ہے۔ اعلانِ حقوقِ انسانی و باشندگان فرانس مجریہ ۱۷۸۹ء میں بھی کل تعداد اس سے کم اور حقوق آزادی وغیرہ سے متعلق دفعات محض ۱۷ ہیں، نوشتہ حقوق امریکہ مجریہ ۱۷۹۱ء میں بھی متعلقہ دفعات بمشکل ۱۵ ہیں، اور اقوام متحدہ کا منشورِ حقوق انسانی مجریہ ۱۹۴۸ء کل ۳۰ دفعات پر مشتمل ہے جو تمام تر تجاویز اور سفارش ہیں جن کی کوئی قانونی اطلاقی حیثیت نہیں ہے (خطبۂ حجۃ الوداع کے عالمی انسانی منشور) میں صرف حقوقِ انسانی کا ہی بیان نہیں بلکہ حقوق اسلامی اور نظام زندگی کے دوسرے شعبوں کی تفصیل بھی موجود ہے۔

﴿۲﴾

اس خطبۂ مبارکہ کی نوعیت و ماہیت کو ہم بہ اعتبار خطاب السیرہ عالمی کے گذشتہ شمارہ نمبر ۱۰ میں

زیر بحث لا چکے ہیں تاہم بہ اعتبار خطیب بھی اس کی شان دیکھ لیجئے کہ اس خطبہ کا خطیب کون ہے؟ اور وہ مخاطبین سے کب کہاں اور کس ظرفِ زمان و مکان میں گہرافشانی کر رہا ہے، وہ جلیل القدر ہستی، خطیب اعظم، پیغمبر کائنات ﷺ کی ہے، وہ ہادیٔ جن وانس، رہبرحق، نجات دہندہ انسانیت ﷺ ہے، ختم الرسل، امام الانبیاء، سرورِ عالم، جان دو عالم ﷺ ہے، وہ مبلغ اعظم ہے جو اس وقت ابلاغ حق کو نقطۂ کمال تک پہنچا رہا تھا (حجۃ البلاغ) صادق وامین امانت ربانی بندگانِ الٰہی کے سپرد کر رہا تھا۔ متمم دین، اپنی مساعی جمیلہ کو اس مژدۂ الٰہی سے ہم آہنگ کر رہا تھا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً (نزلت وهو واقف بعرفة، ابن سعد/ ج۲، ص۱۸۸) معلم انسانیت تعلیم اسلام کا جزو وکل پیش کر رہا تھا، اس کا مشن ان کے سامنے کامیابی وکامرانی سے ہم کنار ہو رہا تھا، لاکھوں کا مجمع تھا، مگر ہر ایک گوش برآواز تھا، (ففتحت اسماعنا حتی کنا نسمع مایقول ونحن فی منازلنا، ابن کثیر/ ج۱، ص۳۹۶) اس خطیب کامل کی ہر بات قولِ فیصل، تقدس مآب، معیارِ دین و ایمان اور باعث اجر وثواب تھی، وہ جو اپنے دہن مبارک سے ادا کر رہا تھا اس پر خود بھی عمل پیرا تھا اس لئے اس کا ہر لفظ حدیث اور ہر عمل سنت تھا، لہٰذا پورا خطبۂ مطہرہ بجائے خود صحیفۂ حدیث وسنت بن کر قرطاس دل پر منتقل ہو رہا تھا، اور پوری انسانیت کے لئے واجب الاذعان قرار پا رہا تھا، اس خطبہ کا ہر لفظ متن کا ہر حرف اور منشور کی ہر دفعہ کسی اور ہستی کسی اور مجلس کسی اور قوتِ نافذہ کی منظوری سے مشروط نہ تھی وہ اپنے صدور کے ساتھ ہی فی الفور سمع وطاعت کا حصہ بن گئی، تاہم یہ کمالِ خطیبانہ نہیں، بلکہ منتہائے پیغمبری ہے۔

﴿۳﴾

وہ خطیب زمان تاجدارِ مدینہ، سربراہِ مملکت، فرمانروائے ریاست اور حاکم وقت بھی تھا، جو انتظام حکومت عملاً دس برس سے مسلسل چلا رہا تھا یہاں تک کہ مدینہ کی محدود شہری مملکت اس وقت تک ترقی کی منازل طے کرتی ہوئی دس لاکھ مربع میل کے علاقے پر یعنی پورے عرب کی وسعتوں پر چھا گئی تھی اور اس کی حدود میں رہنے والے باشندے بلا امتیاز ہر قسم کے سیاسی معاشی اور معاشرتی ومذہبی استحصال سے پاک معاشرے میں دین ودنیا کی برکتوں سے متمتع ہو رہے تھے اب جب کہ وہ بحیثیت حکمراں باشندگان ریاست کی ضروریات کا ادراک، ادنیٰ واعلیٰ کے حقوق کا خیال، عام وخاص کی جبلتوں سے آگہی حاصل کر کے تمام انسانوں کے مفادات کا محافظ ونگراں بن کر حاضر وغائب تمام نفوس کو تکریم آدمیت اور تعظیم

انسانیت کی جو دولت بصورت فرمان امروز عطا کر رہا تھا اور تحفظ معیشت و معاشرت کے لئے جو منشور جاری فرما رہا تھا، وہ فی الفور نافذ ہوگیا اور دنیا کو اسلام کی بنیادی تعلیمات کا خلاصہ، اخلاق و معاشرت اور اصول شریعت کا جامع ضابط اور حقوق انسانی و اسلامی کی دائمی ضمانت مہیا کر گیا، مختصر یہ کہ اس عطائے فراواں کی کل سوغات خطبۂ حجۃ الوداع کی صورت میں نصیب ہو رہی تھی۔

﴿۴﴾

اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسے ''منشورِ حقوق انسانی'' قرار دینا جزوی اعتبار سے درست ہے، اور اگر ہم اسے ظرف زمان و مکان کے حوالے سے دیکھیں تو ظاہر ہوگا کہ یہ منشورِ حقوقِ انسانی کی حیثیت سے ساتویں صدی عیسوی (مارچ ۶۳۲ء) میں (جس کا سرسری جائزہ اسی مجلّے کے شمارہ ۱۰ میں ص ۹۰ تا ۹۳ گذر چکا ہے) اس وقت جاری ہوا جب کہ شہنشاہیت، جبروت وملکوت اقتدار و حاکمیت انسانی، طوائف الملوکی، تہذیبی وتمدنی پس ماندگی، مذہبی انارکی، دینی زوال و انحطاط معاشرتی ناہمواریاں، اور انسانیت کی ذلت وپستی کے مناظر ہر جگہ یکساں تھے، چار دانگ عالم میں نہ کوئی منشور آدمیت تھا نہ تعظیم انسانیت کا اعلان، انسانوں کے حقوق اور آزادیوں کا چارٹر ناپید تھا، شمع آزادی کی روشنی اور قانون کی حکمرانی معدوم تھی اور بحیثیت مجموعی انسان، انسان کی غلامی پر مجبور تھا، اخوت و مساوات کے الفاظ اس زمانے میں اجنبی تھے، خودغرضی وعیاشی، بغض وانتقام اور انانیت وشیطنت کا ہر طرف غلبہ تھا، ایسے کربناک ماحول کے اندھیروں سے نکال کر ہی سراج منیر، آقا، ہادی اعظم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو آزادی، انصاف اور حقوقِ انسانی کی روشنیوں میں لا کھڑا کیا اور تاریخ میں پہلی مرتبہ انسان کے وقار و احترام اور شرف وتکریم کی حقیقی ضمانت عطا کی گئی اور یہ طے کر دیا گیا کہ سب کے سب انسان بحیثیت انسان برابر ہیں، ایک ہیں کہ سب کے سب آدم کی اولاد ہیں اور ان میں سے ہر ایک برابر کی عزت وقعت اور اعزاز واحترام کا سزاوار ہے، قرآن وحدیث کی دوسری تفصیلات وتعلیمات سے قطع نظر صرف اسی ایک خطبۂ حجۃ الوداع میں حریت وحقوقِ انسانی کے حوالے سے جو کچھ عطا کیا گیا، وہ اس لحاظ سے بہت کچھ تھا کہ جن کے سبب انسان درجۂ تذلل کی پستیوں سے نکل کر آبرومندانہ زندگی گزارنے کے قابل بنا اور یہ سب کچھ بھی انسانوں کو اس وقت عطا کیا گیا جب کہ تمام دنیا کے معروف ومشہور دساتیر وفرامین اور منشور ہائے حقوق وحریت کا خمیر بھی تیار نہ ہوا تھا۔

﴿۵﴾

منشورِ حقوقِ انسانی، اور صحیفۂ حریت و آزادی کی حیثیت سے، یہاں تفصیلی جائزہ تو ممکن نہیں تاہم اس منشور کی متعلقہ بعض دفعات کی طرف اشارہ اور خلاصہ ولب لباب بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، مثلاً: تمام انسان برابر ہیں (دفعہ ۱) رنگ نسل زبان وطن کا فرق و امتیاز باطل ہے۔ (ایضاً) ہر ایک شخص کی جان، مال (ملکیت)، عزت و آبرو محترم ہے (دفعہ ۴، ۵، ۶) رہن سہن کی آزادی ہے مگر ظلم و ستم ممنوع (دفعہ ۷) مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔ (دفعہ ۲) نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا نہ بیٹے کے بدلے باپ کو ذمہ دار ٹھیرایا جائے گا۔ (دفعہ ۲۱) جس طرح مردوں کے کچھ حقوق (فرائض) عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق (فرائض) مردوں پر بھی ہیں۔ (دفعہ ۲۴) زیر دستوں، لونڈی، غلاموں (ملازموں) سے حسن سلوک ضروری ہے۔ (دفعہ ۲۵) قتل ناحق حرام ہے (دفعہ ۲۸)، بدکاری (زنا) چوری چکاری ممنوع ہے (دفعہ ۲۹، ۳۰) جو محتاط اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی بسر کرے (متقی) وہی زیادہ معزز ہے (دفعہ ۱) ادھار قرض واپس کیا جائے (دفعہ ۱۷، ۱۶) عطیے کا بدلہ عطیہ ہے (دفعہ ۱۸) ضامن ضمانت (تاوان) کا ذمہ دار ہے (دفعہ ۱۹) وغیرہ وغیرہ ان دفعات میں محض منصوبہ بندی یا خیالی باتیں یا خواہشات و توقعات یا صرف تجاویز و سفارشات نہیں ہیں بلکہ صاف صاف اوامر و احکام ہیں، پھر یہ بھی دیکھنے کی چیز ہے کہ اس منشور کا اجراء نہ کسی سیاسی مصلحت کا نتیجہ تھا نہ کسی وقتی جذبہ کی پیداوار، یہ نہ کسی طبقہ، جماعت، گروہ کی طرف سے دباؤ یا دھونس دھاندلی سے متاثر ہو کر جاری کیا گیا نہ ہی کسی حال و احوال کا تابع، نہ کسی سیاسی عسکری قوت سے کسی ڈیل، معاہدہ کا ثمرہ تھا، یہ وہ منشورِ رحمۃ للعالمینی تھا ہر جو قسم کی انسانی، حکومتی، منظوری سے بے نیاز وقت کی آواز بن کر گونجا اور قیامت تک کے لئے شرف آدمیت و احترام انسانیت کے چراغ روشن کر گیا، اور تاریخی تسلسل میں دیکھئے تو عہد رسالت کے بعد بھی عرصہ دراز تک یہی انسانی آفاقی اقدار اسلامی معاشرے کی روح رواں بنی رہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منشور حقوقِ انسانی کی قدر و منزلت کا اندازہ صرف اس صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ اس منشور کا اجرا آج سے کوئی ڈیڑھ ہزار برس پہلے اُس وقت رو بہ عمل آیا جب کہ دنیا میں کہیں حقوقِ انسانی کا کوئی تصور بھی موجود نہ تھا انسانی مساوات کے الفاظ لغتِ اقوام میں سراسر اجنبی تھے اور تمدن و معاشرت باہمی کے لئے احترام آدمیت اور حقوقِ انسانی کی

اہمیت سے یونان و روم بھی ناواقف تھے اور یورپ قرون مظلمہ سے گذر رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ پوری مغربی دنیا میں سترہویں صدی عیسوی تک حقوق انسانی اور حقوق شہریت کا کوئی انتظام وانصرام موجود نہ تھا محض فلسفیانہ اور قانونی افکار مقصد پورا نہیں کر سکتے، پھر کہیں اٹھارویں صدی کے اواخر میں فرانس (۱۷۸۹ء) اور امریکہ کے دستوری اعلانات (۱۷۹۱ء) کے بعد ہی انسانی حقوق کے بارے میں پیش رفت ممکن ہوئی، یہاں تک کہ انیسویں صدی میں حقوق و معاملات کے تحفظ کے لئے مختلف ملکوں میں مختلف سطحوں پر مختلف نوع کے اعلانات، معاہدات اور قوانین کا اجراء عمل میں لانا ضروری سمجھا گیا مثلاً معاہدۂ امن ۱۸۱۴ء پیرس، تجارت غلامان پر بندشیں (۱۸۱۵، ۱۸۲۳ء، ۱۸۶۲ء، ۱۸۹۰ء) بین الاقوامی معاہدات برائے محنت (۱۹۰۵ء) معاہدہ مجلس اقوام (۱۹۱۹ء) غلامی کنونشن ۱۹۲۶ء اقوام متحدہ کا منشور حقوق (۱۹۴۵ء) وغیرہ وغیرہ

﴿۶﴾

خطبۂ حجۃ الوداع کا جزو اعظم تکمیل دین انسانیت (اسلام) کا اعلان تھا۔ سرزمین مکہ جہاں سے اس دین، مشن کا آغاز ہوا تھا اب اسی سرزمین پر اسی مکہ کی وادیوں (منی و عرفات) میں پایۂ تکمیل تک پہنچ رہا تھا، دین اسلام کے قیام واستحکام اور اس کے غلبہ واظہار نے اتمام واکمال کی وہ منزل حاصل کر لی تھی جسے خود مشیت ایزدی بنظر استحسان دیکھ رہی تھی، لوگ جوق در جوق مملکت کے کونے کونے سے آئے، شمع توحید کے پروانے غول در غول آئے عاشقان رسالت فوج در فوج آئے اور وہ منظر سامنے آ گیا جو سورۂ نصر کا مصداق ہے، **اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا** (**انزلت هذه السورة اوسط ايام الشريق فدف، اتما الوداع عن**) (ابن عمر/ابن کثیر/تفسیر/ ج ۷، ص ۳۹۴) عرفات، منیٰ کے میدانوں میں، مکہ مکرمہ کے وشب وجبل میں ہی نہیں مطلع آفاق پر، اطاعت و بندگی رب کا وہ سب سے بڑا مظاہرہ ہو رہا تھا جس کے لئے جن وانس کی تخلیق ہوئی تھی۔ (الذاریات ۵۶)، اس وقت تک نظامِ اسلامی نظام ربانی اس خطۂ زمین میں عملاً قائم ہو گیا تھا جہاں پہلے جاہلیت عظمیٰ کا تسلط تھا، اس انقلابِ حالات کو لوگ اپنی چشم سر سے دیکھ رہے تھے کہ جاہلیت کا نام ونشان مٹ چکا ہے، اور یہ حقیقت پردۂ تاریخ پر ثبت ہو چکی تھی اور سرکاری رسمی اعلان اگر باقی تھا تو وہ بھی اس طرح کر دیا گیا، ''آگاہ ہو جاؤ کہ جاہلیت کی ہر چیز (خون وانتقام، خاندانی موروثی مفاخر، قتل وغارت گری، سود اور سودی کاروبار، نسل در نسل انتقام، نسئی، اموال باطلہ اور دوسرے تمام آثار) میرے پیروں تلے روندی جا چکی ہے اور جاہلیت کے

سارے آثار وعلامات قیامت تک کے لئے کالعدم ہیں (دفعہ ۳) کفر وشرک مٹ گیا اور ''دیکھو شیطان اس بات سے تو بالکل مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین پر کبھی اس کی پرستش کی جائے گی مگر چوکنا رہو! وہ اس بات پر بھی راضی ہوگا کہ اس (پرستش) کے سوا چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کے اشاروں کی تعمیل کی جائے۔ پس اپنے دین وایمان کی (حفاظت کی) خاطر اس سے بچے رہنا''۔ (دفعہ ۳۵) اب اس دین کی حفاظت امت کا کام تھا اس لئے صاف صاف فرمایا: لوگو! میرے بعد کوئی اور پیغمبر آنے والا نہیں اور نہ تمہارے بعد کوئی اور امت پیدا ہوگی۔ (دفعہ ۳۱) اساسیاتِ دین کی وضاحت کردی گئی، کہ اسلام دین فطرت ہے چند سادہ اصولوں اور گنے چنے فرائض و واجبات پر مشتمل ہے، دین میں نہ حد سے زیادہ مبالغہ ہے نہ حد سے زیادہ کمی، نہ خود ساختہ وظائف واعمال نہ غیر ضروری مشقت، نہ خلاف فطرت ضابطے نہ راہبانہ طرزِ عمل، کچھ متعین احکام کی بجا آوری اور ارکان دین کا اہتمام کافی ہے، چنانچہ خطبہ میں تقویٰ شعاری، اطاعت خداوندی اقرار توحید ربانی کی تلقین، امور جاہلیت سے اجتناب، شرک سے پرہیز، اور غلو سے بچنے کی ہدایت کی گئی۔ (دفعہ ۲، ۳، ۲۶، ۲۷، ۳۴) اور عبادات الٰہی میں نماز پنجگانہ، صوم رمضان، ادائے زکوٰۃ، حج بیت اللہ، اور اولیائے امور اور حکام کی اطاعت دخول جنت کا باعث ہے۔ (دفعہ ۳۲) ہدایت کے لئے کتاب وسنت کی پیروی لازم ہے۔ (دفعہ ۴۱) آخرت میں باز پرس یقینی ہے جس کی تیاری کر لینا چاہئے، جو صرف دنیا کی زندگی اور اس کی طلب میں غرق ہو کر رہ گیا وہ خسارے میں رہے گا لیکن جس کا مطمع نظر آخرت ہے اور جو اسی کی طلب میں منہمک رہے وہ آخرت میں سرخرو ہوگا۔ (دفعہ ۴۵)

﴿۷﴾

تکمیل دین اور تکمیل انسانیت کے لئے اصلاح وتنظیم معاشرت ناگزیر ہے، اور معاشرت و تمدن کی پہلی اکائی خاندان ہے، اور خاندان کا آغاز ایک مرد اور عورت کے اشتراک وتعاون سے ہی ہوتا ہے مرد وعورت کے تعاون سے پیدا ہونے والا دائرہ آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور تعلقات میں تنوع پیدا ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ قوم قبیلہ اور ملت تک جا پہنچتا ہے، اس اکائی کا استحکام تمدن ومعاشرت کے استحکام کی ضمانت ہے اور اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ اکائی کے دونوں ارکان میں حقوق وفرائض کا توازن ہو، شاید یہی شعبہ ایسا ہے کہ جس میں دنیا کے تمام قدیم وجدید منشور ہائے حقوق انسانی اور دساتیر مملکت میں سب سے کم توجہ دی گئی، ساتویں صدی عیسوی میں بھی یہی ادارہ ظلم واستحصال کا سب سے زیادہ

شکار تھا، عورت اپنی نوعِ جنس میں انتہائی بے وقعت تھی اور اس کے حقوق ہر جگہ پامال ہو رہے تھے اب صدیاں گذرنے کے بعد بھی غیر مسلم معاشروں میں عموماً اور مغرب میں خصوصاً اسی قدر مظلوم ہے اور حقوق کے نام پر اس کے حقوق کا بری طرح استحصال ہو رہا ہے اور ان کا کوئی دستور کوئی چارٹر کوئی منشور ان کے درد کا مداوا نہیں کر سکا اور کسی دستاویز میں حقوق نسواں اور خاندانی اشتراک حقوق وسلوک کی جو تاکید حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے اپنے خطبۂ بے مثال میں فرمادی تھی کسی منشور ودستور میں ایسا تحفظ نہیں پایا جاتا، مثلاً برطانوی منشور اعظم مجریہ ۱۲۱۵ء میں حقوق وفرائض نسواں کے بارے میں کوئی وضاحت موجود نہیں ہے، بہت زیادہ غور وفکر سے کام لینے پر زیادہ سے زیادہ (کل ۶۳ دفعات میں سے) پانچ دفعات ایسی ہیں جن میں عورتوں کے متعلق کچھ نہ کچھ ذکر ہے چنانچہ اس کی (دفعہ ۶) کے تحت ورثا باہم شادی بیاہ کر سکتے ہیں لیکن ان کی شادی کسی نچلے سماجی رتبے والے سے نہیں ہوسکتی۔ (دفعہ ۷) میں مذکور ہے کہ شوہر کی دفات پر بیوہ کو حق ازدواجی اور وراثت کی ادائیگی بغیر قباحت فی الفور کردی جائے گی۔ (دفعہ ۸) کے مطابق بیوہ کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور نہیں کیا جائے گا (دفعہ ۱۱) کے تحت اگر کوئی شخص مرجائے جب کہ اس نے یہودیوں سے قرض لے رکھا ہو تو بیوہ حق مہر لینے کی مجاز ہوگی اور اس میں سے قرض کی ادائیگی نہیں کرے گی۔ (دفعہ ۵۴ میں ہے) کسی عورت کی درخواست پر نہ تو کسی شخص کو گرفتار کیا جائے گا نہ قید نہ اسے سزائے موت دی جائے گی الا یہ کہ وہ اس کا شوہر ہو۔ فرانس کے اعلان حقوق انسان وباشدگان مجریہ ۱۷۸۹ء حقوقِ نسواں کے باب میں بالکل خاموش ہے، جب کہ امریکی نوشتۂ حقوق مجریہ ۱۷۹۱ء کی دستاویز میں (دفعہ ۱۶) کے مطابق ہر بالغ مرد وعورت کو بلا امتیاز نسل شہریت و مذہب شادی کرنے گھر بسانے کی اجازت ہے۔ (دفعہ ۲۵ کی ذیلی دفعہ ۱۱ کے تحت) امویت یا مادریت اور شیر خوارگی خصوصی توجہ اور امداد کی مستحق ہے اور تمام بچوں کو خواہ جائز ہوں یا ناجائز یکساں سماجی تحفظ حاصل ہوگا، ادھر روسی دستور مجریہ ۱۹۳۶ء میں (خاص نظریہ کے مطابق) دفعہ ۱۲۲ کے تحت (مملکت میں) عورتوں کو مردوں کے برابر، معاشی، حکومتی، ثقافتی، سیاسی اور عوامی دائروں میں حقوق حاصل ہونگے۔ وفاقی جمہوریہ جرمنی کے بنیادی دستور مجریہ ۱۹۴۹ء کی کل ۱۹ دفعات میں سے (دفعہ ۳) میں صرف اتنا ذکر ہے کہ مرد وعورت کے حقوق یکساں ہوں گے۔ (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو مارش، ڈاکومنٹس آف لبرٹی۔ ڈیوڈ اینڈ چارلیس، انگلینڈ ۱۹۷۱ء نیز دیکھئے براون لی، بیسک ڈاکومنٹس آف ہیومن رائٹس، آکسفورڈ۔ ۱۹۷۱ء)

اوپر کی تفصیلات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ عورتوں کے متعلق جو دفعات موجود ہیں ان میں ایک

طرف تو حقوق وفرائض کا کوئی تعین نہیں ہے، دوسری طرف بہت مبہم اور سرسری بلکہ غیر یقینی انداز سے حقوق کی یکسانی کا ذکر کیا گیا ہے اور زیادہ سے زیادہ، شوہر کی موت کی صورت میں واجبات کی ادائیگی یا وراثت کی رقم دلانے میں آسانی فراہم کرنے کی مہربانی کا ذکر ہے۔ اس کے مقابلے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ مرد وعورت دونوں کے دائرہ کار اور حقوق وفرائض کا تعین فرمایا بلکہ زندگی کو نشیب وفراز اور ناہمواریوں سے بچانے کے لئے دوسرے اوامر ونواہی سے بھی مزین فرمایا، چنانچہ تفصیل کے لئے دیکھئے: دفعہ ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ (معہ ذیلی ۱۲ دفعات) نیز (دفعہ ۲۹) وغیرہ

﴿۸﴾

عورتوں کے علاوہ سماجی ناہمواری اور معاشرتی ظلم وفساد کا ایک اور نمائندہ گروہ غلاموں کا تھا۔ غلاموں کا طبقہ اس وقت کے نام نہاد مہذب ومتمدن ممالک میں بھی پست ترین حالات کا شکار تھا، یہ سب کو معلوم ہے کہ ۷ ویں صدی عیسوی میں لونڈی غلام مال واسباب کی طرح خریدے اور بیچے جاتے تھے۔ مقام ومرتبہ کے اعتبار سے وہ کسی گنتی شمار میں نہ تھے اور انہیں آزادی اور حقوق کے نام کی کوئی چیز حاصل نہ تھی بلکہ وہ پالتو جانوروں سے زیادہ گئے گزرے تھے اس پر مستزاد وہ ظلم وستم، سختیاں زیادتیاں اور ناروا سلوک تھا جو ظالم آقاؤں، جابر سرمایہ داروں، اور حق وانصاف کا خون کرنے والے دولت مندوں کی انسانیت سوز حرکات کا نتیجہ تھا۔

اس پس منظر میں اسوۂ رحمۃ للعالمین ملاحظہ کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا مقصد کلی یہ تھا کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلائی جائے اور یہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ غلامی کا ادارہ بتدریج ختم کر کے عہد رسالت میں اور اس کے بعد بھی برابر اقدامات کئے جاتے رہے، یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور عمل پیہم کا ہی نتیجہ تھا کہ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کا تحفظ اس عہد اس معاشرہ میں یوں کیا گیا کہ خود غلاموں کی غلامی باعث فخر بن گئی، حجۃ الوداع کے مبارک خطبہ یعنی منشور انسانیت میں لونڈی، غلاموں، اور دوسرے زیر دستوں کے لئے بھی حقوق رسانی کا پورا التزام فرمایا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: دفعہ ۲۴، معہ ذیلی دفعہ ۱۲ نیز دفعہ ۲۵ مع ذیلی دفعات) اور دفعہ ۴۲ میں جو کچھ فرمایا گیا اس نے غلاموں کو فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دیا۔ ارشاد فرمایا: لوگو! سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تمہارے اوپر کوئی نک کٹا حبشی غلام امیر بنا دیا جائے جو تمہارے درمیان کتاب اللہ (کے

احکام) کو قائم (نافذ) کرے۔ دفعہ (۴۱) اس میں نفاذ کتاب اللہ اور سمع و طاعت پر زور و تاکید تو ہے ہی لیکن یہ تو دیکھئے کہ امر و حکم کا سرچشمہ کسے بنایا جارہا ہے؟

﴿۹﴾

ایک مسلم معاشرے میں خود مسلمانوں کے درمیان تعلقات کا توازن ناگزیر ہے ایک دوسرے سے تعلقات، حقوق و فرائض اور سلوک و برتاؤ میں نزاکتیں بہت ہیں، ان سب باتوں کا ٹھیک ٹھیک تعین اور حقوق اسلامی کا اجرا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منشور انسانیت کا اہم حصہ ہے، جس میں اصولی اور عملی دونوں قسم کی دفعات ہیں اور اوامر و نواہی بھی، جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہوسکتی ہے اس لئے مختصر اشارات و حوالے مناسب ہونگے۔ مثلاً ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ (دفعہ ۸) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے حرام و محترم ہے۔ (۹) اور ہر مومن دوسرے مومن پر حرام و محترم جیسے آج کے دن کی حرمت (۱۰) اس کا گوشت اس پر حرام۔ (۱) غیبت حرام، (۲) اس کا چہرہ محترم کہ طمانچے لگائے جائیں، (۳) عزت و آبرو حرام، (۴) تکلیف دہی، (۵) تکلیف رسانی ممنوع۔ دھکا نہ دے، (۶) دوسرے مسلمان کا خون حلال نہیں، (۷) مسلمان کا مال جائز نہیں الا یہ کہ وہ خود خوشی سے دے پھر آگے فرمایا گیا: مسلمان وہی ہے جو اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگوں کو محفوظ رکھے۔ (۱۱) اور مومن درحقیقت وہ ہے جس سے دوسرے لوگوں کا جان و مال امن و عافیت میں رہے۔ (اور مہاجر درحقیقت وہ ہے جو اپنے گناہوں اور خطاؤں سے کنارہ کشی اختیار کرلے۔ (۱۳) مجاہد وہ ہے جو طاعت الٰہی کی خاطر اپنے نفس کا مقابلہ کرے۔ (۱۴) امانت رکھنے والا پابند ہے کہ جس نے امانت رکھوائی ہے اس کی امانت اس کو واپس لوٹا دے۔ (۱۵) قرض واپس ادائیگی کا متقاضی ہے۔ (۱۶) ناحق کسی کی جان نہ لو (نہ قتل کرو) (د/ ۲۸) ادھار لی ہوئی چیز واپس کی جانی چاہئے۔ (۱۷) عطیے کو لوٹایا جائے۔ (۱۸) ضامن ضمانت (تاوان) کا ذمہ دار ہے۔ (۱۹) ایک مجرم اپنے جرم کا خود ہی ذمہ دار ہوگا۔ (۲۰) نہ باپ کے جرم کے بدلے میں بیٹا پکڑا جائے گا نہ بیٹے کے بدلے باپ کو۔ (۲۱) نہ بدکاری (زنا) کرو۔ (۲۹) نہ ہی چوری (سرقہ) کرو (۳۰) اللہ سے ڈرو (ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو) اور لوگوں کو ان کی چیزیں (ناپ تول میں) کم نہ دیا کرو۔ (۳۳) اللہ نے میراث (ترکہ) میں ہر وارث کا (جداگانہ) حصہ مقرر کردیا۔ (۱/۳۶) اس لئے وارث کے لئے (تمام مال میں) وصیت کرنا جائز نہیں (چنانچہ) کسی کو ایک تہائی سے

زائد (مال) کی وصیت کا حق نہیں۔ (۳۶/۱۱) صدقہ دیا کرو۔ (۳۷) جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ (۳۸) عمل میں اخلاص، مسلمان حاکموں کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت (جماعت المسلمین) سے وابستگی ضروری ہے۔ (۴۰) میں نے تمہارے درمیان، ایسی چیزیں چھوڑ دی ہیں کہ اگر ان کو تھامے (پکڑے) رہے تو پھر کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک صاف اور روشن اللہ کی کتاب (قرآن) اور دوسرے اس کے نبی ﷺ کی سنت (۴۱) سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تمہارے اوپر کوئی نک کٹا حبشی غلام بھی امیر بنا دیا جائے جو تمہارے درمیان کتاب اللہ (کے احکام) کو قائم (نافذ) کرے۔ (۴۲) میرے بعد کہیں کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسروں کی گردنیں مارنے لگو۔ (۴۴) قیامت میں اللہ ضرور باز پرس کرے گا۔ پس جو دنیا میں رہتے ہوئے ہمہ وقت آخرت کو ہی اپنے پیش نظر رکھے گا تو اللہ اسے دل جمعی عطا کرے گا اور بے نیازی و تونگری اور دنیا اس کے قدموں میں ہوگی، لیکن جو دنیا کو ہی اپنا محبوب و مقصود قرار دے گا تو دنیا میں بھی افلاس و تنگ دستی کا سامنا کرے گا اور دنیا سے اسے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے لئے مقدر ہے۔ (۴۵) (بعض دفعات کے مکرر حوالے ان کی جامعیت اور اطلاقی تنوع کے سبب ناگزیر تھے)۔

۱۰

بہر حال حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ حجۃ الوداع جسے عالمی انسانی منشور قرار دیا جانا مناسب ہے، اپنی مستقل حیثیت، اہمیت و افادیت رکھتا ہے، باعث اجر و برکت اور ہر لحاظ سے قابل توجہ اور قابل عمل ہے، اس کا متن، مواد اور مضامین سرتاسر الہامی ہیں (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوحٰى) ایک تو اس لئے کہ یہ خود کلام نبوت ہے۔ دوسرے یہ کہ قرآنی تعلیمات اور احادیث رسالت مآب کا نچوڑ اور خلاصہ ہے (طوالت کے خوف سے منشور کی دفعات کے لئے قرآن و حدیث سے استدلال نہیں کیا گیا) تیسرے یہ خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ دعوتی تبلیغی اور پیغمبرانہ شعور و حکمت کا آئینہ دار اور ۱۰ سالہ حاکمانہ بصیرت و تجربات سے مستفاد تھا۔ گویا اس میں ہر پہلو سے جامعیت اس کی داخلیت میں پنہاں ہے، ایک اور اہم پہلو جس نے اس خطبہ، منشور، اور کلام نبوت کو لامحدود تسلسل عطا کر دیا ہے اور وقت و زمانہ کی قید سے آزاد، پیغامِ جانفزا، مژدۂ حیات بنا دیا ہے، وہ اس کی آخری دفعہ (۴۷) ہے۔ البتہ اس سے پہلے (دفعہ ۴۶ میں) یہ تنبیہ پہلے کر دی گئی کہ آپ ﷺ کے پیغام وصایا (اور اور امانت خطبہ) کو دوسروں تک بالکل ٹھیک ٹھیک بلا کم و کاست، جھوٹ یا کمی بیشی کے بغیر

پہنچایا اور منتقل کیا جائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: خبردار!

۱۔ جو یہاں موجود ہے وہ غیر حاضر تک (میری) یہ سب باتیں پہنچادے۔

۲۔ کیونکہ جن تک یہ باتیں پہنچیں گی، ممکن ہے وہ یہاں موجود سننے والوں سے زیادہ سمجھ دار ہوں۔ (عمل کر کے فلاح ونجات پالیں)

۳۔ سن لو! تم میں سے قریب والوں پر لازم ہے کہ اپنے سے دور والوں تک (یہ پیغام) پہنچادیں۔

اس دفعہ ۴۷ کا تقاضہ یہ تھا کہ حاضر سے غائب تک یعنی حال سے مستقبل تک ترسیل (خطاب) تبلیغ (خلاصہ دین) توضیح (منشورِ انسانی) اور توسیع (دعوت خیر وفلاح) کا سلسلۂ غیر مختتم تمام، ناظرین، حاضرین وسامعین کی وساطت سے غائبین در غائبین، طبقہ بہ طبقہ، سینہ بہ سینہ، ذہن بہ ذہن منتقل ہوتا، چلا جائے اور جو اسے (کلی یا جزوی طور پر) سنتا جائے، (فرض کفایہ کے تحت) اسے دوسروں تک پہنچاتا چلا جائے (بلغوا عنی و لو آیۃ) بظاہر یہ سادہ سی ہدایت تھی لیکن اس میں گویا ابلاغ عامہ کے عمودی رخ کی تمام وسعتیں پنہاں تھیں جب کہ دوسری شق میں (یہ فرما کر کہ) قریب والوں (اپنوں) پر لازم ہے کہ (دوسروں، غیروں، پرایوں) دور والوں تک یہی پیغام جانفزا (برابر مسلسل) پہنچاتے رہیں، یہ گویا افقی طرز ابلاغ ہے چنانچہ قاعدے کے مطابق اگر نجوم ہدایت لئے یہی ابلاغی لہریں واسطہ در واسطہ عمودی اور افقی دونوں سمتوں میں حرکت پذیر رہیں تو پورے کرۂ وجود پر اجالا پھیل جاتا ہے، اور کوئی زاویہ، کوئی سمت، کوئی سطح روشنی سے دامن نہیں بچاسکتی۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اجالے پھیلانے، روشن کو روشن تر کرنے آئے تھے، قَدْ جَاءَ کُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ (سورۂ مائدہ، آیت ۱۵) اور یہ بھی گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض منصبی میں داخل تھا کہ عوام الناس کو مقام آشنا، حقوق آشنا کر کے ظلمتوں سے نکال کر روشنی کی دہلیز پر لے آئیں۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (سورۂ ابراہیم، آیت ۱) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی کا یہ فرض منصبی ٹھہرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب ہدایت وارشاد سے ایک ایک کرن مستعار لے کر ہر ایک کے لباس وجود میں ٹانک دے تا کہ آج وفور معلومات کے باوجود افکار میں جو تیرگی بڑھ گئی ہے اسے روشنی نصیب ہو۔ تسلسل ابلاغ کی جو ذمے داری (از روئے دفعہ ۴۷) ہر مسلمان (فرد و جماعت) پر عائد ہوتی ہے اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ حجۃ الوداع (عالمی انسانی منشور) کو ہر ممکن طریقہ سے دوسروں تک پہنچایا جائے تا کہ جو سلسلہ غیر مختتم صدیوں سے جاری ہے اس میں خلل واقع نہ ہو۔

الحمدللہ اسی فریضہ ابلاغ کی تعمیل میں آج یہ سعادت بہ توفیق ایزدی اس ذرۂ ناچیز خاکسار نثار، (راقم الحروف) کو حاصل ہو رہی ہے کہ وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ جلیلہ عربی متن کی جمع و تدوین اور بہ قید دفعات اس کی لفظی و معنوی ترتیب نیز بطور عالمی انسانی منشور، اس کی علمی تحقیقی پیشکش کے قابل ہوا اور یوں اس کی ۳۵ سالہ کوششیں وکاوشیں ساحلِ مراد سے ہم کنار ہوئیں۔ والحمد لله على ذلك عليه توكلت واليه انيب، وما علينا الا البلاغ۔

اسناد، حوالے، حواشی

۱۔ الجاحظ، ابی عثمان عمرو بن بحر، البیان والتبیین ۔ (تحقیق وشرح: عبدالسلام محمد ہارون) مکتبۃ الخانجی بمصر، القاہرہ، ۱۹۶۰ء (الطبعہ الثانیہ) / ج ۲، ص ۳۱۔
خصائل وشمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ جب بھی خطبہ ارشاد فرماتے اُس کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے کرتے، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے جو عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا اس کا آغاز بھی اللہ کی حمد وثنا سے ہی فرمایا۔ بقول ابن اسحاق: فحمد الله وأثنىٰ عليه، (ابن ہشام/ ج ۴، ص ۲۵۰) اللہ کی حمد وثنا کے لئے الفاظ کا انتخاب ہر موقع پر ظاہر ہے یکساں نہ تھا۔ تاہم زیرِ نظر الفاظ مقبول ترین خطبۂ مسنونہ میں شمار ہوتے ہیں اور خطبۂ حجۃ الوداع کے سر آغاز کے طور پر بعض مآخذ میں انہیں نقل کیا گیا۔ مثلاً دیکھئے: ابن عبد ربہٖ (العقد/ ج ۲، ص ۱۵۷)

۲۔ واقدی/ کتاب المغازی (مرتبہ مارسدن جونس) آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، لندن، ۱۹۶۶ء/ ج ۳، ص ۱۱۱۱

۳۔ ابن ہشام/ ج ۴، ص ۲۵

۴۔ واقدی/ ج ۳، ص ۱۱۰۳

۵۔ الہیثمی / ج ۳، ص ۲۷۱

۶۔ ایضاً / ص ۲۷۳ کم وبیش یہی الفاظ ابن عبد ربہٖ نے بھی نقل کئے ہیں لیکن آغاز أيها الناس سے کیا ہے۔ (دیکھئے/ ج ۲، ص ۱۵۷)

۷۔ سنن النسائی/ ج ۵، ص ۲۷۰، الہیثمی کے ہاں الفاظ روایت میں معمولی سا فرق ہے (یعنی لعلی غیر حاجٍ بعد عامی هذا / ج ۳، ص ۳۶۹) مسند احمد میں بھی الفاظ کا معمولی فرق ہے (لتاخذوا مناسككم فانی لا أدری لعلی لا أحج بعد حجتی هذه) ملاحظہ ہو: المسند (الامام احمد بن حنبل، بشرح وتحقیق احمد محمد شاکر، دار المعارف، مصر، طبع ثانی)

۸۔ سنن ابن ماجہ (ج ۲، ص ۲۴۸ عن جبیر بن مطعم) واقدی کے ہاں روایت کے الفاظ دوسرے ہیں (رحم الله أمراً سمع مقالتى فوعا ها فرب حامل فقه لافقه له و رب حامل فقه الى من هو أفقه منه) ملاحظہ ہو (واقدی/ ج ۳، ص ۱۱۰۳) یعقوبی نے بھی مختلف روایت نقل کی ہے۔ (نضر الله وجه

عبد سمع مقالتی فوعاها و حفظها ثم بلغها من لم یسمعها فرب حامل فقه غیر فقیه، و رب حامل فقه الی من هو أفقه منه) دیکھئے تاریخ الیعقوبی (ج ۲،ص ۱۰۹) مولانا محمد یوسف الکاندھلوی نے نقل کیا ہے: واخرج ابن النجار عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مسجد الخیف بمنی فقال: نضر الله عبداً سمع مقالتی فعمد بها یحدث بها اخاه (ملاحظہ ہو: حیاۃ الصحابہؓ (حققه و ضبط أحادیثه و علق علیه الاستاذ علی شیری) دار احیاء التراث العربی، الطباعۃ والنشر، بیروت، الجزء الرابع/ ص ۱۶۰)

۹۔ یعقوبی/ ج ۲،ص ۱۱۰۔

۱۰۔ الجاحظ/ ج ۲،ص ۳۳۔ یعقوبی نے دوسرے تمام مآخذ سے مختلف یہ الفاظ نقل کئے ہیں (الناس فی الاسلام سوآءٌ الناس طفه الصاع لآدم، لا فضل عربی علی عجمی و لا عجمی علی عربی الا بالتقویٰ) ملاحظہ ہو/ ج ۲،ص ۱۱۰)

۱۱۔ الجاحظ/ ج ۲،ص ۳۳

۱۲۔ القرآن۔ سورۃ الحجرات، آیت ۱۳

۱۳۔ الہیثمی/ ج ۳،ص ۲۶۶۔ دفعہ ۱،مع ذیلی دفعات ۱، ۲ اور ۳ کا مضمون، سورۂ حجرات، آیت ۱۳ سے ہم آہنگ ہے

۱۴۔ الجاحظ/ ج ۲،ص ۳۱۔

۱۵۔ الصحیح المسلم/ نور محمد اصح المطابع، دہلی ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء، طبع اول/ ج ۱،ص ۳۹۷

۱۶۔ صحیح ابن خزیمہ/ کتاب المناسک باب ذکر البیان ان النبی ﷺ انما خطب بعرفۃ/ ج ۴،ص ۲۵۱۔

۱۷۔ ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایۃ (فی التاریخ)/ مطبعۃ السعادۃ، مصر ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء/ ج ۵،ص ۲۰۱۔ الفاظ کے بہت معمولی فرق کے ساتھ یہی مضمون ابن ہشام نے آنحضرت ﷺ کے خطبۂ فتح مکہ کے تحت بیان کیا ہے اور اس میں اگلی ذیلی شق (۳) کا مضمون بھی بڑی حد تک شامل ہے۔ (الا! کل مآثرۃ أو مال یدعی فهو تحت قدمی ها تین الاسدانة البیت و سقایة الحاج، الا وقتیل الخطاء شبه العمد بالسوط والعصاء ففیه الدیة مغلظة مئة من الابل) / ج ۴،ص ۵۴۔ تقریباً یہی الفاظ اور مضمون یعقوبی کے ہاں بھی/ ج ۲،ص ۶۰/ خطبۂ فتح مکہ کے تحت منقول ہے۔

۱۸۔ اس شق کے الفاظ اور مضامین کا تواردا گرچہ فتح مکہ کے موقع پر خطبۂ نبوی ﷺ میں بھی پایا جاتا ہے تاہم اس شق کو اکثر و بیشتر مآخذ میں خطبۂ حجۃ الوداع کے تحت ہی ذکر کیا گیا ہے، البتہ مضمون کے خاص حوالے کے سبب اس شق کو قوسین میں رکھا گیا ہے، اور مجموعی طور پر دفعہ کا مرکزی عنوان اپنی ذیلی دفعات پر بہر حال حاوی ہے۔

۱۹۔ الجاحظ/ ج ۲،ص ۳۱، ۳۲۔

۲۰۔ ابن ہشام/ ج ۴،ص ۲۵۱۔ یہ مضمون احادیث، تاریخ و سیر کے تقریباً تمام مآخذ میں پایا جاتا ہے۔ (مثلاً صحیح المسلم/ ج ۱،ص ۳۹۷۔ سنن ابی داؤد مع شرح عون المعبود/ ج ۳،ص ۲۴۹۔ واقدی/ ج ۳،ص ۱۱۱۱۔ ابن کثیر/ البدایۃ والنہایۃ/ ج ۵،ص ۲۰۱ وغیرہ وغیرہ، لیکن ابن ہشام کی روایت میں عمومیت الفاظ کے

ساتھ جو ہم گیریت و آفاقیت پائی جاتی ہے اس کے سبب ہمارے نزدیک وہ قابل ترجیح ہے، دفعہ: ۳ کی ذیلی دفعہ ۴ اور ۵ سے اندازہ ہوتا ہے کہ سود کی حرمت متحقق ہو جانے کے باوجود اس کی باقیات اس وقت تک پائی جاتی تھیں جن کا ختم کرنا ضروری تھا اور اس کا عملی نمونہ حضور رسالت مآب ﷺ نے خود پیش فرمایا۔

۲۱۔ الصحیح المسلم / ج ۱، ص ۳۹۷۔

۲۲۔ ابن ہشام / ج ۴، ص ۲۵۱

۲۳۔ اس بارے میں سخت اختلاف ہے کہ "ابن ربیعہ" کا مصداق کون ہے، ابن ہشام نے ابن ربیعۃ بن الحارث لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ مسلم میں بھی ابن ربیعہ کی روایت ہے / ج ۱، ص ۳۹۷۔ واقدی نے ایاس بن ربیعہ لکھا ہے / ج ۳، ص ۱۱۰۳، ۱۱۱۱۔ یعقوبی کے نزدیک آدم بن ربیعہ مراد ہے۔ (یعقوبی / ج ۲، ص ۱۱۰)۔ الجاحظ کے ہاں عامر بن ربیعۃ منقول ہے / ج ۲، ص ۳۱۔ یہی نام ابن عبد ربہٖ کے ہاں بھی مذکور ہے / ج ۱، ص ۱۵۸۔ جبکہ السہیلی یوں رقم طراز ہیں: **اسم ابن ربیعة المسترضع فی هذیل وان اسمهٔ آدم و قیل تمام**......... (الروض الانف۔ شرح السیرۃ النبویۃ ابن ہشام) مطبعۃ الجمالیۃ، مصر ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء/ ج ۲، ص ۵۲۔ ۳۵۱) اور صاحب عیون الاثر لکھتے ہیں: **و کان اسمه آدم فأصابه حجر عائر او سهم غرب من یدرجل من بنی هذیل فمات**۔ (ملاحظہ ہو۔ ابن سید الناس / عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، مکتبہ القدسی، قاہرہ ۱۳۵۶ھ/ ج ۲، ص ۲۷۵) تعجب ہے کہ ابن ربیعہ الحارث کے بجائے ابوداؤد کی روایت میں "دم الحارث بن عبد المطلب" / ج ۳، ص ۲۴۹) مذکور ہے اور باقلانی نے "دم ربیعہ بن الحارث" لکھا ہے (الباقلانی) (اعجاز القرآن / ص ۱۱۱) الشیخ حبیب الرحمٰن الاعظمی نے (جزء خطبات النبی میں) امام احمد کے حوالے سے صفحہ ۳ پر اور البزار کے حوالے سے صفحہ ۵ پر "دم ربیعۃ بن الحارث" نقل کیا ہے، بہرحال "ابن ربیعۃ" کے علاوہ خود ربیعۃ یا حارث کا ذکر یقیناً سہو اور خلاف حقیقت ہے۔

۲۴۔ ابن ہشام / ج ۴، ص ۲۵۱

۲۵۔ ایضاً۔ علامہ ابن کثیر نے جو روایات اپنی تفسیر میں نقل کی ہیں انہیں بھی مضمون یہی ہے البتہ الفاظ کا معمولی فرق پایا جاتا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا تھا: **وانما النسئی من الشیطان زیادة فی الکفر یضل به الذین کفروا یحلونه عاماً و یحرمونه عاما**............ **الخ**۔ (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم۔ دارالاندلس بیروت، / ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء/ ج ۳، ص ۴۰۰) نسئی کے ادارے کو ختم کرنے کا اعلان جاہلیت عرب کی تاریخ اور ساکنانِ عرب کی مذہبی، معاشرتی اقدار کے حوالے سے یقیناً ایک انقلابی اعلان (اصولی قدم/ دستوری ترمیم کے مرادف) تھا۔ نسئی کی روایت عربوں میں قدیم زمانہ سے مروّج تھی، اس کے تحت انھوں نے خود ساختہ قاعدہ یہ بنا رکھا تھا کہ ہر تیسرے سال ایک (۱۳ ویں) مہینہ کا اضافہ کر دیتے تھے۔ (جو ذوالحجہ اور محرم کے درمیان ہوتا تھا) جو ان کے اعلان کے مطابق حرام نہ ہوتا تھا۔ اس طرح نہ صرف یہ تین حرام مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، اور محرم) کا تسلسل ٹوٹ جاتا تھا، بلکہ حرام مہینوں کی تعداد پوری کرنے کے لئے وہ اگلے مہینے (صفر) کو حرام قرار دیتے

تھے جو عام حالات میں حرام مہینہ نہ ہوتا تھا۔ (قرآن نے بھی ان کی اس کافرانہ ظالمانہ بلا جواز کارروائی کو ضلالت وگمراہی قرار دیا۔ (سورۂ توبہ، آیت ۳۶، ۳۷) علامہ ابن کثیر نے ان دونوں آیات کے تحت جو تفصیلات تحریر کی ہیں انہیں عہد جاہلیت میں نسئی کی صورت حال، القلمس اور بنو کنانہ کا کردار، تقویم جاہلی میں ردوبدل وغیرہ کی وضاحت کی ہے۔ (تفسیر/ ج ۲، ص ۳۹۳ تا ۴۰۰) اس لئے حجۃ الوداع کے موقع پر جب کہ کفر وضلالت اور جاہلیت وظلم کا ہر نشان مٹایا جارہا تھا نسئی کے قاعدہ (قمری مہینوں کو کبیسہ کر کے شمسی بنانا) کو ختم کر کے سالانہ تقویم (کلینڈر) کی اصلاح کر کے خالص قمری تقویم کا اجرا پیغمبر انسانیت ﷺ کا ایسا کارنامہ تھا۔ جس کے اثرات بعد کی تاریخ پر بہت گہرے مرتب ہوئے اور ظرف زمان ومکان بدل گیا۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب۔ نقوش، رسول نمبر/ ج ۲، ص ۵۹۳، پیراگراف ۱۸۰)

۲۶: واقدی/ ج ۳، ص ۱۱۱۲۔ اس ذیلی دفعہ کی شق الف اور ب کا مضمون متعدد مآخذ میں الفاظ کے معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ پایا جاتا ہے/ مثلاً دیکھئے بخاری/ ج ۵، ص ۲۲۴۔ ابوداؤد/ ج ۲، ص ۱۴۰۔ الہیثمی نے کتاب الحج میں باب الخطب فی الحج کے تحت متعدد ہدایات کو جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ زیر بحث مضمون حضرت ابوحرۃ الرقاشی، ابن عمر، اور ابوہریرۃ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ (ملاحظہ ہو: الہیثمی / ج ۳، ص ۲۶۶-۲۶۸) یہ امر باعث دلچسپی ہے کہ مسعودی نے اپنی تاریخ میں خطبۃ الوداع کا صرف یہی ایک جملہ (الا! ان الزمان قد استدار...... الخ) نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: المسعودی، ابی الحسن علی بن حسین بن علی۔ مروج الذہب ومعاون الجوہر۔ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر ۱۹۴۸ء/ ج ۲، ص ۲۹۷)

۲۷۔ مسند الامام الربیع بن حبیب/ ص ۲۳۰) حجۃ الوداع میں خطبۂ نبوی ﷺ کا یہ فقرہ اگرچہ صحاح ستہ اور متداول کتب احادیث میں مروی نہیں تاہم مسند الامام الربیع بن حبیب میں منقول ہے۔ مسند الربیع کو صحاح ستہ پر تقدم زمانی بہرحال حاصل ہے۔ یہ ارشاد نبوی ﷺ نہ صرف یہ کہ مثبت طور پر ''حج'' کو (ارکان و) ''شعار اسلام'' کی حیثیت سے متحقق کر رہا ہے بلکہ ماقبل دفعہ کی ذیلی شق ۷ سے مربوط اور سلسلہ وار معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تمام آثار ضلالت اور نشانات جاہلیت کو محو کیا جارہا تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ عرب جاہلیت کی رسومات حج کی اصلاح نہ کی جاتی۔ اور جب نسئی کو باطل قرار دے کر نئی (قمری) تقویم کا اجرا کیا جارہا تھا، اور رسومات حج (شعائر اللہ) کی تعلیم وتلقین کا بہ تاکید اہتمام ہورہا تھا تو حج بیت اللہ کے ہر رکن کو مستحکم کرنے اور زمانہ کی چال کو پھر سے درست حالات میں رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ حج کی ادائیگی کو ذی الحجہ سے مختص کر دیا جاتا، یہ معمولی بات نہ تھی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عرب جاہلیت میں انعقاد حج کے لئے ماہ ذالحجہ کی قید نہ تھی، چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ اہل عرب تمام سال کے کسی مہینہ کو بھی محل حج اور ظرف حج قرار دے لیتے تھے۔ (فكانت الجاهلية يحجون في كل شهر من شهور السنة۔ ابن سعد/ ج ۲، ص ۱۸۶) بلکہ (کہا جاتا ہے کہ) ۹ھ میں جب حج فرض ہوا اور آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں حضرت ابوبکرؓ کی امارت میں مسلمانوں نے جو حج ادا کیا وہ (بھی دراصل) ماہ ذوالقعدہ میں ہوا تھا۔ البتہ حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰ھ میں حج ٹھیک ذوالحجہ میں ادا

ہوا۔ ابن کثیر نے آیت ان الزماں قد استدار ...... الخ کے تحت لکھا ہے: انہ اتفق ان حج رسول اللہ فی تلک السنۃ فی ذی الحجۃ و ان العرب قد کانت نسأت النسئی یحجون فی کثیر من السنن بل اکثر ھما فی غیر ذی الحجۃ۔ (ابن کثیر، تفسیر/ ج ۳، ص ۹۵۔۳۹۴)

۲۸۔ اگلی دفعات (۵ تا ۷) کا مضمون الفاظ کے معمولی ردوبدل یا تقدیم وتاخیر لیکن تقریباً تواتر معنوی کے ساتھ احادیث وسیر کے تمام قابل ذکر مآخذ میں موجود ہے۔ مثلاً: بخاری/ ج ۱، ص ۲۶، ۳۷، ۳۸۔ ج ۵، ص ۲۴۔۲۲۳۔ ج ۸، ص ۱۹۸۔ ج ۹، ص ۶۴۔۶۳۔ مسلم/ ج ۱، ص ۳۹۷۔ ابوداؤد/ ج ۲، ص ۱۲۷۔ صحیح ابن خزیمہ/ ج ۴، ص ۲۵۱۔۲۵۰۔ واقدی/ ج ۳، ص ۱۱۰۳۔ ابن ہشام/ ج ۴، ص ۲۵۲۔۲۵۰۔ بیہقی/ ج ۵، ص ۱۳۹۔ سنن الدارمی/ ص ۲۳۵۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲۹۔ الہیثمی/ ج ۳، ص ۲۶۵/ عن ابی حرۃ الرقاشی۔

۳۰۔ الہیثمی/ ج ۳، ص ۲۶۵۔ باقلانی کے ہاں یہ الفاظ منقول ہیں: (اسمعوا منی تعیشوا الا لا تظالموا (ثلاثا) ملاحظہ ہو: اعجاز القرآن/ ص ۱۱۱) لیکن ابن کثیر نے ہیثمی کے مطابق لکھا ہے۔ (السیرۃ النبویہ/ ج ۴، ص ۴۰۱)

۳۱۔ واقدی/ ۱۱۱۷۔ اسی کے متابعت اگرچہ طبری (تاریخ/ ج ۲، ص ۴۰۳) اور المقریزی (تقی الدین احمد بن علی، امتاع الاسماع بما للرسول من الانباء والاموال والحفدۃ والمتاع/ مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر قاہرہ، ۱۹۴۱ء/ ج ۱، ص ۵۳۲) نے بھی کی ہے۔ لیکن ابن ہشام کے یہاں الفاظ فلا تظلمن انفسکم (ج ۴، ص ۲۵۲) مذکور ہیں۔

۳۲۔ ابن ہشام/ ج ۴، ص ۲۵۲۔۲۵۱۔ واقدی کے یہاں الفاظ یہ ہیں کل مسلم اخوا المسلم، وانما المسلمون اخوۃ (ص ۱۱۱۳) اور مولانا کاندھلوی نے حیاۃ الصحابۃ (ج ۴، ص ۱۵۹ بحوالہ حاکم ج ۱، ص ۹۳) حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ان کل مسلم اخ المسلم، المسلمون اخوۃ، ولا یحل لامری من مال اخیہ الا.......... ما اعطاہ عن طبب نفس۔

۳۳۔ واقدی/ ص ۱۱۱۱

۳۴۔ الہیثمی/ ج ۳، ص ۲۶۸۔ یعقوبی کی روایت کے مطابق: ان المسلم اخوا المسلم، لا یغشہ ولا یخونہ ولا یغتابہ ولا یحل لہ دمہ، ولا شیء من مالہ الا بطیبۃ نفسہ (ج ۲، ص ۱۱۱)

۳۵۔ الہیثمی/ ج ۳، ص ۲۶۵۔

۳۶۔ ایضاً۔ ابن ہشام کے یہاں الفاظ یہ ہیں: فلا یحل لأمری من أخیہ الا ما اعطاہ عن طیب نفس (ج ۴، ص ۲۵۲)

۳۷۔ الہیثمی/ ج ۳، ص ۲۶۸۔ طبرانی میں ابی مالک الاشعری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: واحد ثکم من المسلم؟ من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ (الاعظمی/ ص ۸۔۶)

۳۸۔ الہیثمی/ ج ۳، ص ۲۶۸

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ الاعظمی/ص۶ بحوالہ البز ار وطبرانی
۴۱۔ الجاحظ/ ج۲، ص۳۱۔
۴۲۔ ابن کثیر/ السیرۃ/ ج۴، ص۳۹۶
۴۳۔ ایضاً
۴۴۔ ایضاً
۴۵۔ ایضاً
۴۶۔ ترمذی/ ج۲، ص۳۸۔ نیز ابن ماجہ/ ج۲، ص۲۴۷۔
۴۷۔ ترمذی/ ج۲، ص۳۸
۴۸۔ مسلم/ ج۱، ص۳۹۷۔ واقدی/ ج۳، ص۱۱۰۳، اور صحیح ابن خزیمہ/ ج۴، ص۲۵۱۔ کے یہاں بھی مضمون یہی ہے البتہ الفاظ میں معمولی سا فرق پایا جاتا ہے۔
۴۹۔ ترمذی/ ج۱، ص۱۳۹۔ عن سلیمان بن عمرو بن الاحوص۔ ابن ہشام کے یہاں بھی الفاظ کے معمولی فرق سے مضمون یہی ہے۔ (ج۴، ص۲۵۱)۔ یعقوبی کے یہاں ابتدائی الفاظ ہیں۔ اوصیکم بالنسآء خیرا (ج۲، ص۱۱۱)
۵۰۔ واقدی/ ج۳، ص۱۱۱۲
۵۱۔ ترمذی/ ابواب الرضاع/ ج۱، ص۱۳۹
۵۲۔ ایضاً
۵۳۔ ابن ہشام/ ج۴، ص۲۵۱۔
۵۴۔ مسلم/ ج۱، ص۳۹۷۔ باقلانی کے ہاں روایت کے الفاظ یہ ہیں: الا یوطئن فرشکم أحدا غیرکم فان خفتم نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن (ص۱۱۲) ترمذی کے الفاظ ہیں: فلا یؤطئن فرشکم من تکرھون (ج۱، ص۱۳۹)
۵۵۔ واقدی (ج۳، ص۱۳-۱۱۱۲) ترمذی کے الفاظ یہ ہیں: ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون (ج۱، ص۱۳۹)
۵۶۔ واقدی/ ج۳، ص۱۳-۱۱۱۲۔
۵۷۔ ترمذی/ ج۱، ص۱۳۹
۵۸۔ ایضاً/ ہذا حدیث حسن صحیح
۵۹۔ واقدی/ ج۳، ص۱۳-۱۱۱۲۔
۶۰۔ الاعظمی/ ص۵
۶۱۔ ایضاً
۶۲۔ ابن کثیر/ البدایۃ/ ج۵، ص۱۹۸

۶۳۔ الطیالسی/ ج ۵، ص ۱۵۴

۶۴۔ ایضاً

۶۵۔ ایضاً

۶۶۔ ابن ہشام/ ج ۴، ص ۲۵۳

۶۷۔ ابن سعد/ ج ۲، ص ۱۸۵۔ نیز دیکھئے مسند احمد عن عبدالرحمٰن بن زید عن ابیہ/ ج ۴، ص ۳۶

۶۸۔ یعقوبی/ ج ۲، ص ۱۱۱

۶۹۔ واقدی/ ج ۳، ص ۱۱۱۳

۷۰۔ ابن کثیر/ البدایہ/ ج ۵، ص ۱۹۷۔ بحوالہ احمد عن سلمۃ بن قیس الاشجعی۔ اپنی کتاب السیرۃ میں ابن کثیر نے اسی روایت کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع، انما ھن أربع: لاتشرکوا باللہ شیئاً ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا تزنوا ولا تسرقوا** (السیرۃ/ ج ۴، ص ۳۹۲)

۷۱۔ الہیثمی/ ج ۳، ص ۲۷۴

۷۲۔ مسند احمد/ ج ۹، ص ۴۴، ۴۵

۷۳۔ بخاری/ باب حجۃ الوداع/ ج ۵، ص ۲۲۳۔

۷۴۔ ایضاً/ ج ۹، ص ۷۵۔ النووی کے یہاں الفاظ روایت یہ ہیں: **قال، مابعث اللہ من نبیٔ الا انذرہ امتہ، انذرہ نوح والنبیون من بعدہ وانہ یخرج فیکم فماخفی علیکم من شانہ فلیس یخفی علیکم** .... الخ / ملاحظہ ہو: النووی، ابی زکریا محی الدین یحییٰ، ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین۔ دارالرشاد بیروت، ۱۹۶۸ء/ ص ۷۶، رقم ۲۰۵

۷۵۔ واقدی/ ج ۲، ص ۱۱۰

۷۶۔ احمد/ المسند/ ج ۶، ص ۲۶۲۔ طبرانی/ مسند الشامیین/ بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۴ء/ ج ۲، ص ۴۰۱، رقم ۱۵۸۱۔ خطیب البغدادی (م ۴۶۳ھ)/ تاریخ بغداد/ بیروت، دار الکتب العلمیہ/ ج ۶، ص ۱۹۱۔ تاریخ بغداد کی روایت میں الفاظ کی ترتیب میں فرق ہے اس میں حج کا ذکر پہلے ہے۔

۷۷۔ یعقوبی/ ج ۲، ص ۱۱۰۔

۷۸۔ ابن سعد/ ج ۲، ص ۱۸۱

۷۹۔ ابن ہشام/ ج ۴، ص ۲۵۱۔ الفاظ کے معمولی ردوبدل کے ساتھ یہی مضمون ترمذی/ ج ۲، ص ۱۸۔ ابن ماجہ/ ج ۲، ص ۲۴۷، اور واقدی/ ج ۳، ص ۱۱۱۱ کے یہاں بھی منقول ہے۔ البتہ المسند (بھامشہ کنز مسند جابر) میں الفاظ بالکل مختلف ہیں: **ان الشیطان قد ایس ان یعبدہ المصلون ولکن فی التحسریش بیتھم** (ج ۵، ص ۳۱۳) جبکہ صاحب حیاۃ الصحابۃ کے مطابق (اخرج الحاکم/ ج ۱، ص ۹۳) **عن ابن عباس...... قدیئس الشیطان بان یعبد بأرضکم ولکنہ رضی أن یطاع فیما سوی ذلک مماتحاقرون**

من اعمالکم فاحذروا (ج۴،ص۱۵۹) اور یہی الفاظ باقلانی (ص۱۱۱) نے بھی نقل کئے ہیں۔

۸۰۔ الجاحظ/ ج۲،ص۳۳۔ ابن کثیر نے امام احمد کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: **قال الامام احمد ان اللہ قد اعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث**۔ دیکھئے۔ البدایۃ/ ج۵،ص۱۹۸۔ السیرۃ/ ج۴،ص۳۹۵۔ حیاۃ الصحابۃ میں منقول روایت بھی یہی ہے: **ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث**۔ (حیاۃ الصحابۃ/ص۱۲۷)

۸۱۔ الہیثمی/ ج۳،ص۲۶۹

۸۲۔ ایضاً/ص۲۷۱

۸۳۔ مسند احمد/ ج۵،ص۲۶۶

۸۴۔ واقدی/ ج۳،ص۱۱۰۳۔ ابن ماجہ کی روایت میں الفاظ کا معمولی فرق ہے۔ **ثلاث لا یغل علیهن یعنی قلب المومن اخلاص العمل لله، والنصیحة لولاة المسلمین ولزومهم جماعتهم فان دعوتهم تحیط من ورآئهم** / ج۲،ص۲۴۸۔ البتہ یعقوبی کے ہاں جزو (ب) اور (ج) کے الفاظ مختلف ہیں یعنی (ب) **والنصیحة لأئمة الحق** (ج) **واللزوم لجماعة المومنین**/ ج۲،ص۱۰۹۔ جبکہ حیاۃ الصحابۃ میں ایک روایت یہ درج ہے۔ (**واخرج ابن النجار عن ابن عمر ثلاثة لا یغل علیهن قلب مسلم: اخلاص العمل لله ومناصحة ولاة الأمر ولزوم جماعة المسلمین فان دعوتهم تحیط من ورائهم، کذا فی الکنز** (ج۸،ص۲۲۸)۔ دیکھئے حیاۃ الصحابہ/ص۱۶۰

۸۵۔ ابن کثیر/ السیرۃ/ ج۴،ص۳۹۳

۸۶۔ واقدی/ ج۳،ص۱۱۰۳۔۱۱۱۳۔ تقریباً یہی الفاظ مسلم کے یہاں/ (ج۱،ص۳۹۷) پائے جاتے ہیں، البتہ الہیثمی نے کتاب اللہ کے بعد **فاعملوا به** (ج۳،ص۲۶۷) کا اضافہ کیا ہے۔ مولانا کاندھلوی کے مطابق بخاری نے احادیث عکرمہ سے اور مسلم نے ابی اویس سے احتجاج کیا ہے اور تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ خطبۂ نبوی ﷺ کے الفاظ یہ تھے۔ **یا ایها الناس انی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعده إن اعتصمتم به کتاب الله**۔ نیز حاکم میں بروایت ابن عباسؓ الفاظ یہ ہیں: **یا ایها الناس! انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا أبداً کتاب الله وسنة نبیه صلی الله علیه وسلم** (ملاحظہ ہو حیاۃ الصحابۃ/ ج۴،ص۱۵۹) تاہم جامع ترمذی، یعقوبی، اور ابن عبدربہ کے یہاں کتاب اللہ کے علاوہ عترتی، اہل بیتی کا اضافہ ہے۔ دیکھئے۔ ترمذی/ ج۲،ص۲۱۹۔ یعقوبی/ ج۲،ص۱۱۱۔۱۱۲۔ العقد الفرید/ ج۲،ص۱۵۸۔ لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر چونکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا تخاطب عام تھا اور **ایها الناس** کی پورے خطبے میں کثرت تکرار ہے، نیز اس وقت کے موقع ومحل سے بھی اندازہ یہ ہوتا ہے کہ **عترتی و اهل بیتی** کے الفاظ پورے خطبے کی ساخت سے "لگا نہیں کھاتے، اور اس حقیقت اور امر واقعی کے ساتھ کہ عترت واہل بیت دونوں کو فخر معیت رسول حاصل تھا نیز **قد ترکت فیکم** میں فیکم کی ضمیر میں اہل بیت وعترت کا بہر حال شمار تھا۔ چنانچہ اگر اُن کا شمول تسلیم کیا جائے تو تخاطب

میں اہل بیتی وعترتی کا مضمون بے محل نظر آئے گا۔ اس لئے یہ ٹکڑا بہت ممکن ہے کہ غدیر خم کے خطبہ کا حصہ ہو جو خطبۂ حجۃ الوداع کے چند دنوں بعد ہی ارشاد فرمایا گیا تھا اور جس کا مضمون بھی زیر بحث الفاظ و مندر جات اور موقع و محل سے کلی مطابق رکھتا ہے۔

۸۷۔ طبرانی / مسند الشامین / بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۴ء۔ خطیب البغدادی (م ۴۶۳ھ) / تاریخ بغداد / بیروت، دار الکتب العلمیہ / ج ۶ ص ۱۹۱

۸۷۔ ابن ہشام / ج ۴، ص ۲۵۱۔

۸۸۔ ابن سعد (ج ۲، ص ۱۸۵) چند الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ صحیح مسلم کے ہاں بھی یہی مروی ہے۔ "ان امر علیکم عبد مجدع اسود یقود کم بکتاب اللہ فاسمعوا له واطیعوا۔ دیکھئے، مسلم باب حجۃ النبی ﷺ۔ مسلم کی یہ روایت ابن کثیر نے بھی چند الفاظ کے فرق سے نقل کی ہے۔ ان امر علیکم عبد مجدع، حسبتها قالت أسود یقو دکم بکتاب اللہ فاسمعوا له واطیعوا۔ ملاحظہ ہو: ابن کثیر / السیرۃ / ج ۴، ص ۳۹۱۔ نیز البدایۃ / ج ۵، ص ۱۹۶۔ مولانا کاندھلوی کے مطابق وأخرجه النسائی ایضاً نحوه کما فی الکنز / ج ۳، ص ۶۲۔ دیکھئے: حیاۃ الصحابۃ / ج ۴، ص ۱۶۱۔

۸۹۔ الہیثمی / ج ۳، ص ۲۷۱۔ کنز العمال / ج ۵، ص ۳۹۰

۹۰۔ الہیثمی / ج ۳، ص ۲۷۱

۹۱۔ ابن ماجہ / ج ۲، ص ۲۴۸۔

۹۲۔ ایضاً

۹۳۔ بخاری / ج ۱، ص ۴۱۔ ج ۵، ص ۲۳، ۲۲۴۔ نیز ج ۹، ص ۳-۶۳۔ بخاری کی کتاب الفتن میں ابن عباس کی روایت میں الفاظ: لاترتدوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض / ج ۹، ص ۶۳، منقول ہیں۔ الفاظ کا معمولی فرق / ج ۵، ص ۲۲۴ بروایت ابی بکرہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ الفاظ و روایات کا یہی فرق کتب سیر و مغازی میں سے بالترتیب مثلاً واقدی / ج ۳، ص ۱۱۱۳۔ اور ابن کثیر / البدایہ / ج ۵، ص ۱۹۵۔ میں بھی موجود ہے۔

۹۴۔ ابن ہشام / ج ۴، ص ۲۵۰۔ بخاری کی روایت میں بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں۔ وستلقون ربکم فیسألکم عن اعمالکم / ج ۵، ص ۲۲۴۔

۹۵۔ حیاۃ الصحابۃ / ج ۴، ۱۵۹۔ بحوالہ اخرج الطبرانی و ابوبکر الخفاف فی معجمه و ابن النجار عن ابن عباس قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی مسجد الخیف. کذأفی الکنز۔ ج ۸/ ص ۲۰۲۔

۹۶۔ مسند احمد / ج ۵، ص ۴۱۲

۹۷۔ مسند احمد / ج ۳، ص ۳۲۷۔ تحقیق احمد محمد شاکر۔

۹۸۔ ابن سعد / ج ۲، ص ۱۸۶۔ بخاری کے متعدد ابواب میں الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ یہ قول مروی ہے۔

مثلاً دیکھئے باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعیٰ من سامع / ج۱،ص۲۶۔ نیز قصۃ دوس والطفیل / ج۵،ص۲۲۴۔ کتاب الفتن / ج۹،ص۶۳۔ الہیثمی کے یہاں الفاظ قدرے مختلف ہیں۔ فانه رب مبلغ اسعد من سامع۔ دیکھئے / ج۳،ص۲۶۶۔

۹۹۔ البیہقی / السنن الکبریٰ / ج۵،ص۱۵۲۔ عن سراء بنت نبهان۔

۱۰۰۔ الحمیدی / مسند / ج۵،ص۱۶۸

۱۰۱۔ ابن ہشام / ج۴،ص۲۵۲

۱۰۲۔ ایضاً

۱۰۳۔ ایضاً۔ واقدی کے ہاں روایت کے الفاظ یہ ہیں وانتم مسؤلون عنی فما انتم قائلون / ج۳،ص۱۱۰۳۔

۱۰۴۔ بروایت واقدی / قالوا نشهد ان قدبلغت و ادیت و نصحت / ج۳،ص۱۱۰۳ دلائل بیہقی / ج۵، ص۴۳۶ کے مطابق بروایت جابر خطبہ کے انتہائی اختتام پر حاضرین نے شہادت ان الفاظ میں ثبت کی۔ نشهد ان قد بلغت و ادیت و نصحت۔ (دیکھئے حیاۃ الصحابۃ / ج۴،ص۱۵۹۔

۱۰۵۔ واقدی کے یہاں ہے ثم قال باصبعه السبابة الی السماء یر فعها ویکبّها ثلاثاً / ج۳،ص۱۱۰۳۔

۱۰۶۔ مسلم / باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم / ج۱،ص۳۹۷۔

۱۰۷۔ الجاحظ / ج۲،ص۳۰۔ اسی کی متابعت ابن عبدربہ نے کی ہے۔ دیکھئے / ج۲،ص۱۵۸۔

ضمیمہ الف، فہرست مآخذ

کتب احادیث و سنن، رجال، سیر و تاریخ و دیگر

صحاح ستہ

۱۔ امام بخاری / الصحیح، م۲۵۶ھ

۲۔ امام مسلم / الصحیح، م۲۶۱ھ

۳۔ امام ابوداوٗد / السنن، م۲۷۵ھ

۴۔ امام نسائی / السنن، م۳۰۳ھ

۵۔ امام ترمذی / الجامع، م۲۷۹ھ

۶۔ امام ابن ماجہ / السنن، م۲۷۳ھ

کتب السنن:

۷۔ دارمی / سنن، م۲۵۵ھ

۸۔ بیہقی / السنن الکبریٰ، م۴۵۸ھ

کتب الائمة الاربعة:

۹۔ امام ابوحنیفہ النعمان / المسند، م۱۵۰ھ

۱۰۔ امام مالک بن انس / المؤطا، م۱۷۹ھ

۱۱۔ امام احمد بن حنبل / المسند، م۲۴۱ھ

کتب الصحة

۱۲۔ ابن خزیمۃ / صحیح، م۳۱۱ھ

۱۳۔ ابن حبان (م۳۵۴ھ) / صحیح

۱۴۔ الدارقطنی (۳۸۵ھ) / سنن

۱۵ الحاکم / المستدرک، ۴۰۵ھ

کتاب السنة:

۱۶۔ الطبرانی/ الطبرانی، م ۳۶۰ھ

المسانید:

۱۷۔ ابوداؤ الطیالسی/ المسند، م ۲۰۴ھ

۱۸۔ الحمیدی/ المسند، م ۲۱۹ھ

۱۹۔ امام الربیع بن حبیب/ المسند

کتب الزوائد

۲۰۔ الہیثمی/ مجمع الزوائد، م ۸۰۷ھ

کتب مجردہ

۲۱۔ علی المتقی الہندی/ کنزل العمال، م ۹۷۵ھ

کتب شمائل و سیر مغازی تاریخ و دیگر

۲۲۔ الواقدی/ المغازی، م ۲۰۷ھ

۲۳۔ ابن ہشام/ السیرۃ، م ۲۱۸ھ

۲۴۔ ابن سعد/ الطبقات الکبریٰ، م ۲۳۰ھ

۲۵۔ الجاحظ/ البیان والتبین، م ۲۵۵ھ

۲۶۔ الیعقوبی/ تاریخ، م ۲۸۴ھ

۲۷۔ طبری/ تاریخ الطبری، م ۳۱۰ھ

۲۸۔ ابن عبدربہ/ العقد الفرید، م ۳۲۸ھ

۲۹۔ المسعودی/ مروج الذہب، م ۳۴۶ھ

۳۰۔ الباقلانی/ اعجاز القرآن، م ۴۰۳ھ

۳۱۔ ابن حزم/ حجۃ الوداع، م ۴۵۶ھ

۳۲۔ السہیلی/ الروض الانف، م ۵۸۱ھ

۳۳۔ ابن الاثیر/ الکامل، م ۶۳۰ھ

۳۴۔ النووی/ ریاض الصالحین، م ۶۷۶ھ

۳۵۔ محبّ الطبری/ حجۃ الوداع، م ۶۹۴ھ

۳۶۔ ابن سید الناس/ عیون الاثر، م ۷۳۴ھ

۳۷۔ خطیب تبریزی/ مشکوٰۃ المصابیح، بعد ۷۳۷ھ

۳۸۔ ابن قیم/ زاد المعاد، م ۷۵۱ھ

۳۹۔ ابن کثیر/ السیرۃ النبویۃ، م ۷۷۴ھ

۴۰۔ ابن کثیر/ البدایۃ والنہایۃ، م ۷۷۴ھ

۴۱۔ ابن کثیر/ الفصول فی سیرۃ الرسول، م ۷۷۴ھ

۴۲۔ المقریزی/ امتاع الاسماع، م ۸۴۵ھ

۴۳۔ ابن حجر العسقلانی/ بلوغ المرام، م ۸۵۲ھ

۴۴۔ قسطلانی/ المواہب، ۹۲۳ھ

۴۵۔ محمد بن یوسف الصالحی دمشقی/ سیرت شامیہ، م ۹۴۲ھ

۴۶۔ الحلبی/ السیرۃ، ۱۰۴۴ھ

۴۷۔ زرقانی/ شرح مواہب، ۱۱۲۵ھ

۴۸۔ حسینی، میر جمال الدین/ روضۃ الاحباب

ضمیمہ ب فہرست رواۃ

کتب حدیث رجال سیر و تاریخ و دیگر

صحیح بخاری

۱۔ ابی بکرہؓ

۲۔ ابن عمرؓ

۳۔ ابوموسیٰ الاشعریؓ

۴۔ ابن عباسؓ

۵۔ جریرؓ

۶۔ حضرت عائشہؓ

صحیح مسلم

۱۔ جابر بن عبداللہؓ
۲۔ ابی بکرہؓ
۳۔ حضرت عائشہؓ
۴۔ ابوالزبیر محمد بن مسلم المکی
۵۔ ابوصالح ذکوان
۶۔ مجاہد بن جبیر
۷۔ ابوسفیان طلحہ بن نافع
۸۔ عطاء بن ابی رباح
۹۔ محمد بن علی بن الحسین

سنن ابی داؤد

۱۔ ابی بکرہؓ
۲۔ ابوامامہؓ
۳۔ ابن عمرؓ
۴۔ ابی حرۃ الرقاشیؒ
۵۔ جابر عبداللہؓ
۶۔ خالد بن العداء بن ہوذہ
۷۔ رجل من بنی ضمرہ عن ابیہ وعمہ
۸۔ رافع بن عمرو المزنی
۹۔ سراء بنت نبہان
۱۰۔ سلیمان بن عمرو عن ابیہ
۱۱۔ عبدالرحمٰن بن معاذ عن رجل من اصحاب النبی
۱۲۔ عن رجلین من بنی بکر
۱۳۔ عبدالرحمٰن بن معاذ التیمی
۱۴۔ ہرماس بن زیاد الباہلی
۱۵۔ واقد بن عبداللہ عن ابیہ

سنن نسائی

۱۔ ام حصینؓ
۲۔ جابر بن عبداللہؓ
۳۔ سلمہ بن نبیط
۴۔ حضرت عائشہؓ
۵۔ قدامۃ بن عبداللہ

جامع ترمذی

۱۔ عمرو بن الاحوصؓ
۲۔ ابی بکرہؓ
۳۔ ابن عباسؓ
۴۔ جابرؓ
۵۔ حزیم بن عمرو السعدی
۶۔ ابی امامۃ الباہلیؓ

ابن ماجہ

۱۔ ابن عمرؓ
۲۔ جبیر بن مطعمؓ
۳۔ سلیمان بن عمرو بن الاحوصؒ
۴۔ عبداللہ بن مسعودؓ
۵۔ عمرو بن خارجہ

مسند احمد

۱۔ ابی بکرہؓ
۲۔ عبداللہ بن مسعودؓ
۳۔ ابی حرۃ الرقاشیؒ
۴۔ محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ
۵۔ جابر بن عبداللہؓ

۶۔ ام الحصین الاحمیسہ

۷۔ عبدالرحمٰنؓ بن یعمر الدیلمی

۸۔ عبداللہ بن عمرؓ

۹۔ ابی امامۃ الباہلی

۱۰۔ سلمہ بن قیس الاشجعی

۱۱۔ مرہ (تابعی)/ ج ۵، ص ۴۱۲

جزء خطبات النبی:

۱۔ ابی امامۃؓ

۲۔ ابی قبیلہ

۳۔ ابی حرۃ الرقاشی

۴۔ ابی نضرۃ

۵۔ ابی مالک الاشعری

۶۔ ابن عمرؓ

۷۔ حارث بن عمرو

۸۔ فضالہ بن عبید الانصاری

۹۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

۱۰۔ العداء بن خالد

۱۱۔ کعب بن عاصم الاشعری

بلوغ المرام

۱۔ جابر بن عبداللہؓ

۲۔ سرّاء بنت نبھان

مشکوٰۃ المصابیح

۱۔ ابی بکرۃؓ

۲۔ عمرو بن الاحوص

ابن ہشام

۱۔ ابن اسحاق

۲۔ عبداللہ بن ابی نجیح

۳۔ عبداللہ بن زبیرؓ

۴۔ عمرو بن خارجہ

ابن سعد

۱۔ ابی بکرۃؓ

۲۔ ابی غادیۃ

۳۔ ابن عمرؓ

۴۔ ام الحصین

۵۔ جابر بن عبداللہؓ

۶۔ عمرو بن خارجہ

۷۔ عبدالرحمٰن بن معاذ الیمتی

۸۔ عبدالرحمٰن بن زید الخطاب

۹۔ شعبی

۱۰۔ مجاہد

یعقوبی

۱۔ زہری

۲۔ سعد بن ابی قاص

۳۔ الواقدی

طبری

۱۔ ابن اسحاق عن عبداللہ بن ابی نجیح

۲۔ عبداللہ بن زبیرؓ عن ابیہ عیار

ریاض الصالحین

۱۔ ابن عمرؓ

۲۔ ابی بکرہ نفیع بن الحارث

۳۔ ابی ہریرۃؓ

۴۔ ابی امامۃ صدی بن عجلان الباہلیؓ

الہیثمی

۱۔ ابی حرۃ الرقاشیؓ

۲۔ ابن عمرؓ

۳۔ ابو ہریرۃؓ